مقربین کا طرز حیات

مرتبہ

محمد یونس قادری

جامع مسجد بابا حیدر شاہ۔ محلہ الہیار ٹنڈو آدم۔ ضلع سانگھڑ۔ سندھ۔ پاکستان۔ 0302-3359863

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

حرف اول

الحمد للہ رب العالمین ۔ الصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین اما بعد ۔

فیس بک پر ہمارا گروپ "روشنی" نامی میں "مقربین کا طرز حیات" کے عنوان سے سو واقعات لکھے گئے ۔ انہی واقعات کو ایک جگہ جمع کر کے یہ کتابچہ ترتیب دیا گیا ہے ۔

یہ تمام واقعات انسانی کردار پر روشنی ڈالتے ہیں جن پر عمل کرنے سے دنیا و آخرت کی کامیابیاں نصیب ہوتی ہیں ۔

فائدہ اٹھانے والوں سے دعا کی درخواست ہے ۔

فقط

محمد یونس قادری

ٹنڈو آدم

۷ محرم الحرام ۱۴۴۵ھ / ۲۶ جولائی ۲۰۲۳ء ۔ بدھ

ا۔تصدیق

چاشت کا وقت تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے پاس تشریف فرما تھے، کہ خدا کے دشمن ابو جہل کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر پڑی تو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آیا اور کہنے لگا اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم کیا کوئی نئی بات پیش آئی ہے؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں آج کی رات مجھے معراج کرائی گئی ہے۔

ابو جہل ہنسا اور کہنے لگا کس طرف؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیت المقدس کی جانب۔

ابو جہل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہو کر آہستہ آواز میں متعجبانہ لہجہ میں کہنے لگا رات آپ کو بیت المقدس کی سیر کرائی گئی اور صبح کو آپ ہمارے سامنے پہنچ بھی گئے؟ پھر مسکرایا اور پوچھنے لگا اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں سب لوگوں کو جمع کروں تو کیا آپ وہ بات جو آپ نے مجھے بتائی ہے ان سب کو بھی بتا دیں گے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، میں ان کو بھی بیان کر دوں گا۔

چنانچہ ابو جہل لوگوں کو جمع کرنے لگا اور ان کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی بات بتانے لگا، لوگوں کا ایک ازدحام ہو گیا، لوگ اظہار تعجب کرنے لگے اور اس خبر کو ناقابل یقین سمجھنے لگے، اسی دوران چند آدمی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے اور ان کو بھی اس امید پر ان کے رفیق کی خبر سنائی کہ ان کے درمیان جدائی اور علیحدگی ہو جائے کیونکہ وہ سمجھ رہے تھے کہ یہ خبر سنتے ہی حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کر دیں گے، لیکن جب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات سنی تو فرمایا اگر یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے تو یقیناً درست فرمائی ہے۔

پھر فرمایا میں تو ان کی اس سے بھی بعید از عقل بات میں تصدیق کروں گا، جب میں صبح و شام آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر آنے والی وحی کی تصدیق کرتا ہوں تو کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات کی تصدیق و تائید نہیں کروں گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کی سیر کرائی گئی۔

پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو چھوڑا اور جلدی سے اس جگہ پر پہنچے جہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد بیٹھے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بیت المقدس کا واقعہ بیان کر رہے تھے، جب بھی حضور ہم کوئی بات ارشاد فرماتے تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ پس اس روز سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام ''الصدیق'' رکھ دیا۔

(حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سو (100) قصے۔ص:17)

۲۔لاجواب

جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دین اسلام قبول کر لیا تو قریش کے چند سردار دارالندوہ میں جمع ہوئے اور حضرت

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے بارے میں باہم مشورہ کرنے لگے۔ انہوں نے کہا کہ ایک آدمی کو مقرر کیا جائے جو ان کو پکڑ کر لائے اور ان کو اپنے معبودوں کی طرف دعوت دے، چنانچہ انہوں نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو آپ کے پاس بھیجا۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے پاس پہنچے، اس وقت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ لوگوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے بلند آواز سے کہا اے ابو بکر! رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ میرے ساتھ آؤ۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا تم مجھے کس کی طرف دعوت دیتے ہو؟

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے کہا میں آپ کو لات وعزیٰ کی عبادت کی طرف دعوت دیتا ہوں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا کون لات؟

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے کہا اللہ کی بیٹیاں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا تو پھر ان کی ماں کون سی ہے؟

یہ سن کر حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ خاموش ہو گئے، کوئی بات زبان سے نہیں نکالی۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے ساتھیوں کی طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا اپنے ساتھی کو جواب دو، وہ بھی خاموش رہے، انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اپنے ساتھیوں کی طرف کافی دیر تک دیکھتے رہے کہ وہ خاموشی میں مستغرق ہیں تو دوبارہ کہنے لگے اے ابو بکر! رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اٹھو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

یہ سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے۔

(حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو (100) قصے۔ص:19)

۳۔ پناہ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اپنا سامان جمع کیا اور سفر کی تیاری کرنے کے بعد حبشہ کی سرزمین کا رُخ کیا۔ جب برک الغماد (یمن میں ایک مقام ہے) کے مقام پر پہنچے تو ابن الدغنہ کی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے ملاقات ہوئی جو مشہور قبیلہ قارہ کا سردار تھا، اس نے پوچھا اے ابو بکر! رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہاں کا ارادہ ہے؟

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے جواب دیا کہ مجھے میری قوم نے نکال دیا ہے۔ پس میں نے اب ارادہ کر لیا ہے کہ زمین کی سیاحت کروں تاکہ اپنے رب کی عبادت کر سکوں۔

ابن الدغنہ نے کہا اے ابو بکر! رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ جیسا آدمی نہ نکلتا ہے اور نہ نکالا جاتا ہے۔ آپ تو ضرورت مند کو کما کر دیتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں، یتیم اور بے سہارا لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، حق پر قائم رہنے کی وجہ سے آنے والے مصائب پر

دوسروں کی مدد کرتے ہیں، میں آپ کو پناہ دیتا ہوں، آپ واپس چلیے اور اپنے شہر میں اپنے رب کی عبادت کیجیے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ واپس لوٹ آئے، ابن الدغنہ بھی آپ کے ہمراہ چلا آیا۔ شام کے وقت ابن الدغنہ قریش کے سرداروں کے پاس گیا اور ان سے جا کر کہا ابو بکر! رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ جیسا شخص نہ خود نکلتا ہے اور نہ اسے نکالا جاتا ہے، کیا تم ایسے آدمی کو نکالتے ہو جو غریبوں کے لیے کما کر لاتا ہے، صلہ رحمی کرتا ہے، بے کسوں کا بوجھ اٹھاتا ہے اور مہمان نوازی کرتا ہے اور حق پر قائم رہنے کی وجہ سے آنے والی مصیبتوں پر دوسروں کی مدد کرتا ہے؟

قریش مکہ نے ابن الدغنہ کی پناہ کو قبول کرتے ہوئے اس سے کہا ابو بکر! رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو کہہ دو کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرے، وہاں جتنی چاہے نمازیں پڑھے اور قرآن کی تلاوت کرے۔ لیکن ہمیں اس وجہ سے تکلیف نہ دے اور یہ کام علی الاعلان نہ کرے، کیونکہ ہمیں خدشہ ہے کہ کہیں ہماری عورتیں اور ہمارے بچے اس فتنہ سے دو چار نہ ہو جائیں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ایک عرصہ تک گھر ہی میں اپنے رب کی عبادت کرتے رہے، نہ نماز علی الاعلان پڑھتے اور نہ ہی کسی دوسرے گھر میں قرآن شریف کی تلاوت کرتے لیکن پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے دل میں کوئی بات آئی تو انہوں نے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنالی اور اس میں نماز پڑھنے لگے اور قرآن شریف کی تلاوت کرنے لگے، دیکھتے ہی دیکھتے مشرکین کی عورتوں اور بچوں کا ازدحام ہونے لگا، وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو دیکھتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بڑے رونے والے انسان تھے، جب قرآن پڑھتے تو اپنے آنسوؤں کو نہ روک پاتے۔ اس صورتحال سے مشرکین میں سے اشراف قریش گھبرا گئے، چنانچہ انہوں نے ابن الدغنہ کو بلایا، جب وہ آیا تو اس سے کہنے لگے ہم نے آپ کے پناہ دینے کی وجہ سے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو اس شرط پر پناہ دی تھی کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کریں گے، انہوں نے تو اس سے تجاوز کرتے ہوئے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنالی ہے جہاں وہ کھلم کھلا نماز پڑھتے ہیں اور تلاوت قرآن کرتے ہیں اور ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ہماری عورتیں اور ہماری اولاد اس فتنہ سے دو چار نہ ہو جائیں، لہٰذا تم اس کو باز کرو، اگر وہ (گھر ہی میں) اکتفاء کو پسند کرے تو ٹھیک ہے ورنہ وہ تیری دی ہوئی پناہ کو تجھے واپس کر دے۔

چنانچہ ابن الدغنہ، حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے پاس آیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے کہنے لگا آپ وہ بات جانتے ہیں جس پر ہمارا اتفاق ہوا تھا یا تو آپ اس پر اکتفاء کریں یا پھر میری پناہ مجھے واپس لوٹا دیں، کیونکہ میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ عرب کے لوگ سنیں کہ میں نے ایک آدمی سے پناہ کا معاہدہ کیا تھا جسے میں نے توڑ دیا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے جواب دیا کہ میں تیری پناہ تجھے واپس کرتا ہوں اور اللہ عزوجل کی پناہ پر راضی و خوش ہوں۔

(حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو (100) قصے۔ ص:21)

۴۔ کلمہ حق

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لیے گھر تنگ پڑ گیا، ان کی تعداد اڑتیس (۳۸) کے قریب تھی، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو فکر لاحق ہوئی کہ اس کلمہ حق اور نئے دین اسلام کا برملا اعلان و اظہار ہو، چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے آنحضور

صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلانِ حق اور بیت اللہ جانے کا اصرار کیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر! رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ہماری تعداد کم ہے، لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ برابر اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور تمام مسلمان بھی مسجد کی اطراف میں چلنے لگے اور ہر آدمی اپنے قبیلہ و خاندان کے ساتھ مسجد میں داخل ہوگیا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ لوگوں کے درمیان خطاب کرنے کے لیے کھڑے ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے، دوسری طرف مشرکین غصہ سے پھٹ رہے تھے پھر ان مشرکین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور دوسرے مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور ان کو خوب مارا پیٹا، کسی نے طمانچے مارے، کوئی مکے مار رہا تھا اور کوئی لاتیں مار رہا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو مارتے مارتے ان کی حالت غیر ہوگئی اور وہ ہلاکت کے قریب پہنچ گئے۔ پھر بنو تیم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے جسم کو ایک کپڑے میں ڈالا اور ان کو ان کے گھر پہنچایا، ان کو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی وفات میں کوئی شک نہ تھا۔ پھر بنو تیم کے لوگ ننگے سر مسجد میں آئے اور اعلان کیا خدا کی قسم! اگر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ (اس صدمہ سے) فوت ہوئے تو ہم عقبہ بن ربیعہ کو ضرور قتل کر دیں گے۔

اس کے بعد وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس واپس لوٹے، ابوقحافہ (والد صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) اور بنو تیم کے لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے باتیں کرتے مگر ان کو کوئی ہوش نہ تھی، کوئی جواب نہیں دے رہے تھے، شام تک انہوں نے اپنے ہونٹ بھی نہیں ہلائے۔ پھر (ہوش آنے کے بعد) پہلی بات جو ان کے منہ سے نکلی وہ یہ تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟

بنو تیم کو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی اس بات پر غصہ آیا۔ انہوں نے ان کی والدہ سے کہا دیکھو! اس کو کچھ کھلا دو یا کچھ پانی پلا دو۔ اس کے بعد وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے اس فعل پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے واپس لوٹ گئے۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ یہی پوچھ رہے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟

ام جمیل بنت خطاب نے کہا وہ خیریت سے ہیں اور صحیح و سالم ہیں۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آئی اور چہرہ خوشی سے کھل گیا، پھر یہ کہتے ہوئے بستر سے اٹھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (اس وقت) کہاں ہیں؟

ام جمیل نے کہا وہ اس وقت دار ابن ابی ارقم میں ہیں۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے کہا خدا کی قسم! جب تک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہیں ہو جاؤں گا نہ کچھ کھاؤں گا اور نہ کچھ پیوں گا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ جلدی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے لگے لیکن تکلیف کی شدت کی وجہ سے طاقت نہ ہوئی تو اپنی والدہ اور ام جمیل کا سہارا لیے دار ابن ابی ارقم میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔

جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو دیکھا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ پر جھک گئے اور ان کو چومنے لگے، دوسرے مسلمان بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ پر جھک گئے، یہ حالت دیکھ کر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر رقت طاری ہوگئی۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اب مجھے کوئی تکلیف نہیں، سوائے اس کے جو اس (

عقبہ) نے میرے منہ پر مارا تھا، یہ میری والدہ ہیں، اپنے بیٹے پر بڑی مہربان ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بڑی بابرکت ہے، آپ انہیں اللہ کی طرف دعوت دیجیے اور ان کے لیے اللہ سے دعا کیجیے، امید ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اللہ تعالیٰ ان کو نار جہنم سے بچالے گا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی اور وہ اسلام لے آئیں۔

(حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سو (100) قصے۔ص:22)

۵۔شرف رفاقت

ایک دن دوپہر کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر پہنچے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح یا شام کے وقت ہی تشریف لایا کرتے تھے لیکن اس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خلاف معمول دوپہر کے وقت تشریف لائے۔ جس روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے ہجرت کرنے کی اجازت ملی۔ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر پڑی تو یکدم اٹھ کھڑے ہوئے اور دل میں کہنے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ضرور کسی اہم واقعہ کی بناء پر تشریف لائے ہیں۔

جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنی چار پائی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے۔ اس وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیٹھی تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو ذرا یہاں سے ہٹا دو۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دونوں میری بیٹیاں ہی تو ہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے ہجرت کی اجازت دے دی ہے۔ یہ سن کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دوزانو ہو کر بیٹھ گئے اور آپ کے دونوں رخساروں پر آنسو بہنے لگے، عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی آپ کی رفاقت کا شرف حاصل ہوگا؟

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا اے ابو بکر ہاں تجھے میری رفاقت حاصل ہوگی۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ خدا گواہ ہے کہ مجھے اس سے پہلے یہ بات معلوم نہیں تھی کہ کوئی شخص خوشی کے مارے بھی روتا ہے، میں نے اس دن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خوشی کے مارے روتے دیکھا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا سارا مال (جو پانچ ہزار درہم تھے) لیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہجرت کے لیے چل پڑے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد آئے، وہ بہت بوڑھے تھے، ان کی بینائی بھی جاتی رہی تھی، بلند آواز میں کہنے لگے خدا کی قسم! میرا خیال یہ ہے کہ اس نے اپنے مال کی وجہ سے تمہیں تکلیف پہنچائی ہے۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان سے کہا ابا جان! ایسی بات نہیں ہے، انہوں نے ہمارے لیے خیر کثیر چھوڑی ہے۔ چنانچہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے گھر کے اس طاقچہ میں جہاں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا مال رکھتے تھے کچھ پتھر لے کر رکھ دیئے اور اس پر کپڑا ڈال دیا پھر ان کا ہاتھ پکڑ کر کہا ابا جان! دیکھو، اس مال پر اپنا ہاتھ رکھیے، جب انہوں نے اپنا ہاتھ رکھا تو انہیں وہاں کچھ رکھا ہوا محسوس ہوا پھر خوش ہو کر کہنے لگے کوئی حرج نہیں؟ جب وہ تمہارے لیے اتنا مال چھوڑ گیا ہے اس نے اچھا کام کیا، اس سے

تمہارا کام بن جائے گا۔

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ خدا کی قسم! حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمارے لیے کوئی چیز نہیں چھوڑی، میں نے صرف یہ چاہا کہ اس طریقہ سے ان بزرگوں کو خاموش کرادوں۔ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو(100) قصّے۔ص:24)

۶۔ جانثاری کی رات

صبح سویرے کچھ لوگ بیٹھے ادھر ادھر کی باتیں کر رہے تھے، ان باتوں میں ایک بات یہ تھی کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ پر فوقیت دے رہے تھے۔ یہ بات اڑتی ہوئی امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ تک پہنچ گئی۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوڑتے ہوئے آئے اور لوگوں کے ایک بھرے مجمع میں کھڑے ہو کر فرمایا خدا گواہ ہے کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی ایک رات عمر کے سارے خاندان سے بہتر ہے اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا ایک دن عمر کے خاندان سے بہتر ہے۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے لوگوں کے سامنے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا ایک واقعہ بیان کیا تاکہ ان کو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا مقام ومرتبہ معلوم ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا ایک رات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم غار کی طرف جانے کے لیے نکلے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بھی تھے۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ راستہ میں چلتے وقت کبھی آنحضور علیہ السلام کے پیچھے چلتے اور کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے چلتے، یہاں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ! کیا وجہ ہے کہ تم کبھی میرے پیچھے چلتے ہو اور کبھی میرے آگے چلتے ہو؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے بڑے میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کبھی آپ کے پیچھے چلتا ہوں تاکہ دیکھوں کہ کہیں کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش تو نہیں کر رہا ہے اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے چلتا ہوں تاکہ دیکھوں کہ کہیں کوئی گھات لگا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار تو نہیں کر رہا ہے، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اگر کوئی چیز ہوتی، خطرہ درپیش ہوتا تو میں پسند کرتا کہ تم ہی میرے آگے ہوتے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے عرض کیا جی ہاں، اس ذات کی قسم! جس نے آپ علیہ السلام کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غارِ ثور میں پہنچ گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ عرض کرتے ہوئے ٹھہرایا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہریئے مجھے پہلے اس غار میں جانے دیں، اگر کوئی سانپ یا مضر جانور ہو تو وہ مجھے نقصان پہنچائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پہنچائے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ غار کے اندر گئے اور اپنے ہاتھ سے سوراخوں کو ٹٹولنے لگے اور ہر سوراخ کو کپڑے سے بند کیا، جب سارا کپڑا اس میں لگ گیا تو دیکھا کہ ایک سوراخ باقی رہ گیا ہے اس پر اپنا پاؤں رکھ دیا، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس غار میں داخل ہوئے، جب صبح ہوئی اور ہر طرف روشنی پھیل گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ پر نظر پڑی تو دیکھا کہ ان کے بدن پر کپڑا نہیں

ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعجب ہو کر پوچھا اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ تمہارا کپڑا کہاں ہے؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے سارا واقعہ بتایا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک اٹھائے اور یہ دعا فرمائی اے اللہ! قیامت کے دن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو میرے ساتھ میرے درجہ میں کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ اللہ جل جلالہٗ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول فرمالی ہے۔

اس کے بعد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے، ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی وہ رات، عمر کے خاندان سے زیادہ بہتر ہے۔ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو (100) قصے۔ص:27)

۷۔ مقام عشق

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ غار کے اندر روپوش ہو گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی گود میں اپنا سر مبارک رکھا اور سو گئے، اسی دوران حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے اس پاؤں کو زہریلے سانپ نے ڈس لیا جس پاؤں کے ساتھ انہوں نے سانپ کے بل کو بند کیا ہوا تھا لیکن آپ رضی اللہ عنہٗ نے اس ڈر سے کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار نہ ہو جائیں، ذرا بھی حرکت نہیں کی۔ مگر کچھ ہی دیر کے بعد درد کی شدت سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے آنسوؤں کا ایک قطرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر گرا جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھل گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کیا بات ہے؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں، سانپ نے ڈس لیا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مبارک لعاب دہن اس پر لگایا تو جو درد ان کو محسوس ہو رہا تھا وہ ایسا ختم ہوا کہ گویا جیسے سانپ نے ڈسا ہی نہ ہو۔ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو (100) قصے۔ص:28)

۸۔ رضائے الٰہی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ بوسیدہ عباء پہنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے، اس عباء کے کنارے کھجور کی شاخوں اور نباتات کی لکڑیوں سے جوڑے گئے تھے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور دریافت کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا وجہ ہے کہ میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے جسم پر ایسی بوسیدہ قسم کی عباء دیکھتا ہوں جس کو اس طرح سے جوڑا گیا ہے؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبریل علیہ السلام ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فتح سے پہلے اپنا مال مجھ پر خرچ کر دیا تھا۔

جبریل علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہہ رہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرما رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے پوچھیے کہ کیا وہ اس حالت فقر پر اللہ سے خوش ہے یا ناخوش؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہہ رہے ہیں اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے پوچھ رہے ہیں کہ کیا آپ اس حالت فقیرانہ پر اللہ سے خوش ہیں یا ناخوش؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا میں اپنے رب سے ناخوش ہو سکتا ہوں؟ پھر فرمانے لگے میں اپنے رب سے راضی ہوں ۔میں اپنے رب سے راضی ہوں ۔میں اپنے رب سے راضی ہوں ۔(حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو (100) قصے ص:30)

۹۔تین چیزیں

ایک آدمی نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو نازیبا کلمات کہے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو سب وشتم کیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اس کی طعن زنی کا کوئی جواب نہ دیا خاموش رہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے پہلو میں تشریف فرما تھے اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی خاموشی پر پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے مسکرا رہے تھے لیکن جب اس آدمی کی طعن و تشنیع حد سے بڑھ گئی اور وہ بار بار آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو برا بھلا کہنے لگا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے خاموشی چھوڑی اور اس شخص کو کچھ نہ کچھ جواب دیا، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھ کر چلے آئے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کو بھانپ لیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ شخص مجھے برا بھلا کہہ رہا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے لیکن جب میں نے بھی اس کو کچھ جواب دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر چلے آئے؟

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت وہاں ایک فرشتہ موجود تھا جو تمہاری طرف سے اس کو جواب دے رہا تھا لیکن جب تم نے اس کو جواب دیا تو شیطان آپہنچا، اس لیے میں شیطان کی موجودگی میں بیٹھنے کا نہیں تھا۔

پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ تین باتیں ایسی ہیں کہ ان کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں۔

ایک بات یہ ہے کہ جب کسی بندے پر کوئی ظلم ہو اور وہ اللہ کی رضا کے لیے خاموش رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرما کر اسے عزت بخشتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب کوئی شخص عطیہ کا دروازہ (کسی پر) کھولتا ہے اور اس سے اس کا مقصد صلہ رحمی ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اس (کے مال میں) کثرت و اضافہ فرماتے ہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ جو شخص کسی کے سامنے دست سوال دراز کرتا ہے اور اس سے اس کا ارادہ مال بڑھانا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے مال میں مزید کمی کر دیتے ہیں۔ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو (100) قصے ص:37)

۱۰۔فناہ فی الرضا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے بیٹے عبد الرحمن بدر کی لڑائی میں مشرکین کے ساتھ شریک تھے لیکن جب مسلمان ہوئے تو (ایک دن) اپنے والد ماجد کے پاس بیٹھے تھے تو اپنے والد سے کہنے لگے بدر کی لڑائی میں میری نظر آپ پر پڑی تھی، اس وقت آپ کو نشانہ بنانا میرے لیے بہت آسان تھا لیکن میں وہاں سے ایک طرف کو ہو گیا اور آپ کو قتل نہیں کیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا لیکن اگر تم میرے نشانہ پر ہوتے تو میں تجھے نہ چھوڑتا اور ضرور قتل کرتا۔

(حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو (100) قصے ص:39)

۱۱۔احترام

ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ تشریف لائے،سلام کرنے کے بعد کھڑے رہے کہ کوئی جگہ ملے تو بیٹھ جاؤں،رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے چہروں کی طرف دیکھا کہ ان میں سے کوئی ان کو جگہ دیتا ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب بیٹھے تھے،لہٰذا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی جگہ سے ہٹتے ہوئے فرمایا اے ابوالحسن! یہاں بیٹھیے۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے درمیان میں بیٹھ گئے(یہ منظر دیکھ کر)حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا اور خوشی کے آثار چہرہ انور پر نظر آنے لگے،پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی طرف جھکے اور انہیں آہستہ آواز میں فرمایا اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ با کمال لوگوں کے مقام کو با کمال لوگ ہی پہچانتے ہیں۔(حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو(100)قصّے۔ص:42)

۱۲۔راہ اعتدال

ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے حالات معلوم کرنے کے لیے باہر تشریف لائے تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو دیکھا کہ وہ پست آواز میں نماز پڑھ رہے ہیں،پھر تھوڑی دیر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ پر پڑی تو دیکھا کہ وہ بلند آواز سے نماز پڑھ رہے ہیں۔

بعدازاں جب یہ دونوں حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گئے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ میرا گزر تمہارے پاس سے ہوا تو میں نے دیکھا کہ تم بڑی پست آواز میں نماز پڑھ رہے تھے؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس ذات کو سنا رہا تھا جس کے ساتھ میں سرگوشی کر رہا تھا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے پوچھا میرا گزر آپ کے پاس سے ہوا تو آپ بلند آواز سے نماز پڑھ رہے تھے؟

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سونے والے کو جگا رہا تھا اور شیطان کو بھگا رہا تھا۔

اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ آپ اپنی آواز کو بلند کرو اور اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ آپ اپنی آواز(قدرے)پست کرو۔ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو(100)قصّے۔ص:46)

۱۳۔احساس ندامت

ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور حضرت ربیعہ الاسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے درمیان گفتگو چل پڑی۔حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو کوئی ناگوار بات کہہ دی پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو شرمندگی ہوئی اور حضرت

ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے کہنے لگے ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ تم بھی مجھے اس طرح کی بات کہہ دو تا کہ اس کا بدلہ ہو جائے۔

حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے کہا میں ایسا نہیں کروں گا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے کہا تم ضرور اس طرح کی بات مجھے کہہ دو ورنہ میں تمہارے خلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد مانگوں گا۔

حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے کہا میں ایسا نہیں کروں گا۔

چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چل پڑے۔ ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بھی آپ کے پیچھے ہو لیے۔ راستہ میں قبیلہ اسلم کے کچھ لوگ حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے ارد گرد اکٹھے ہو گئے اور کہنے لگے اللہ تعالیٰ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ پر رحم کرے وہ کس لیے آپ کے خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد مانگنے جا رہے ہیں حالانکہ خود انہوں نے آپ سے وہ بات کہی تھی۔

حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے کہا کیا تم جانتے بھی ہو یہ کون ہیں؟ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ہیں یہ ثانی اثنین ہیں اور مسلمانوں کی ذی الشیبہ (سفید بالوں والے) بزرگ ہیں، احتراز کرو اگر انہوں نے مڑ کر تمہیں دیکھ لیا کہ تم میری حمایت کر رہے ہو تو ناراض ہو جائیں گے اور ان کے ناراض ہونے سے خدا کا پیغمبر صلی اللہ علیہ تم ناراض ہو جائے گا، پھر ان دونوں کی ناراضگی کی وجہ سے اللہ جل شانہ ناراض ہو جائیں گے اور نتیجہ یہ ہوگا کہ ربیعہ برباد ہو جائے گا۔

وہ کہنے لگے تو پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ہمیں کس بات کا حکم دیتے ہیں؟

حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے کہا تم واپس چلے جاؤ۔

چنانچہ حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ تمہارا اور صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا کیا مسئلہ ہے؟

حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہوں نے مجھے ایک ناگوار بات کہی تھی، پھر مجھے کہا کہ تم بھی مجھے ایسا ہی کہہ دو جیسے میں نے تمہیں کہا تا کہ بدلہ ہو جائے لیکن میں نے انکار کیا۔

حضورِ اکرم علیہ السلام نے فرمایا اے ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ تم ان سے یوں کہہ دو اے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اللہ تیری مغفرت کرے۔

حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے کہا اے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اللہ تیری مغفرت کرے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ یہ سن کر روتے ہوئے واپس لوٹ گئے۔

(حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو (100) قصے۔ص:47)

۱۴۔ مانعین زکوٰۃ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر جنگل میں آگ کی طرح اطراف عالم میں پھیل گئی، حتیٰ کہ مدینہ کے منافقین نے اس خبر

کو سے سنا اور ان کے اصل روپ سامنے آ گئے۔ منافقین جمع ہونے لگے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مہاجرین و انصار کو جمع کیا اور ان سے مشورہ لیا کہ عرب کے لوگوں نے (زکوۃ میں) اپنے اونٹ اور بکریاں دینے سے انکار کر دیا ہے اور کہتے ہیں کہ وہ آدمی (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) جس کی وجہ سے تمہاری مدد کی جاتی تھی وہ وفات پا گیا ہے، اب تم مجھے مشورہ دو میں بھی تمہاری طرح کا ایک انسان ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میری رائے یہ ہے کہ ان سے نماز قبول کی جائے اور زکوۃ ان کے لیے چھوڑ دی جائے کیونکہ وہ زمانہ جاہلیت کے قریب ہیں (یعنی نو مسلم ہیں)۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کی طرف دیکھا تو محسوس ہوا کہ یہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات پر مطمئن ہیں تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی جگہ سے اٹھے اور منبر پر چڑھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرنے کے بعد بآواز بلند میں فرمایا خدا کی قسم! میں اس وقت تک ایک حکم الٰہی پر قتال کرتا رہوں گا جب تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا فرمائیں اور ہم میں سے قتال کرنے والا قتال کرتے ہوئے شہید ہو جائے اور جنت کا مستحق ہو جائے اور ہم میں سے زندہ بچنے والا خلیفہ ہو کر زمین کا مالک بنے۔ خدا کی قسم! اگر یہ لوگ ایک رسی بھی جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے، نہ دیں گے تو میں اس پر ان سے ضرور قتال کروں گا، اگرچہ ان کے ساتھ شجر و حجر اور سارے جن و انس مل کر لڑیں۔

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور فرمایا خدا کی قسم! میں جان گیا کہ یہ بات حق ہے۔

(حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سو (100) قصے ص: 58)

۱۵۔ رزق کی تلاش

صبح سویرے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے سر پر کپڑوں کے تھان اٹھائے گھر سے نکلے اور بڑی مستعدی کے ساتھ بازار کی طرف جا رہے تھے کہ راستہ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان پر نظر پڑ گئی، وہ دونوں ان کا راستہ کاٹتے ہوئے دوڑے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو زور سے آواز دی اے خلیفہ رسول اللہ! کہاں جا رہے ہیں؟

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا بازار جا رہا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بازار جا کر کیا کرو گے؟

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! کپڑوں کو بیچوں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا لیکن اب تو ایک چیز نے آپ کو مشغول کر دیا ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے خاموش رہے پھر فرمایا تمہاری مراد خلافت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جی ہاں۔

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا اے ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر میں اپنے بچوں کو کہاں سے کھلاؤں گا؟

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہم بیت المال سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے کچھ مقرر کر دیں گے۔

چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے لوگوں کے حالات کے پیش نظر اس بات کو منظور کیا اور بازار تشریف نہیں لے گئے۔
(حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو (100) قصے ص:60)

۱۶۔احتیاط

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں بیٹھے ہوئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سن رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے پوچھا تم وتر کب پڑھتے ہو؟
حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے عرض کیا رات کے اول حصہ ہی میں وتر پڑھتا ہوں۔
پھر حضور اکرم علیہ السلام نے عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی طرف نظر التفات فرمائی اور ان سے بھی یہی پوچھا کہ تم کب وتر پڑھتے ہو؟
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے عرض کیا کہ رات کے آخری حصہ میں وتر پڑھتا ہوں۔
اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے فرمایا تم نے احتیاط پر عمل کیا اور انہوں (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے قوت پر عمل کیا ہے۔(حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو (100) قصے ص:62)

۱۷۔مجبوروں کا ہمدرد

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے جب اسلام قبول کیا تو ان کے سردار نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی گردن میں طوق اور زنجیریں ڈالیں اور مکہ کے دو پہاڑوں کے درمیان پھرایا اور ان کو تپتی ریت پر بھی ڈالا پھر ایک بڑا پتھر لایا جو ان کے سینے پر رکھ دیا کہ شاید یہ اپنے معبودوں کی طرف لوٹ آئے لیکن اس سے ان کے دینی تصلب (شدت) میں اضافہ ہی ہوا۔حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی زبان سے احد، احد ہی کے الفاظ نکل رہے تھے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا ادھر سے گزر ہوا تو دیکھا کہ وہ لوگ اس کے ساتھ سخت سلوک کر رہے ہیں تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے امیہ بن خلف سے کہا کہ خدا کا خوف کرو! اس بیچارے کو کیوں اذیت پہنچا رہے ہو؟ اور اس کو کب تک تکلیف دیتے رہو گے؟
امیہ بن خلف نے کہا کہ تم نے ہی اس کو بگاڑا ہے لہٰذا تم ہی اس کو اس مصیبت سے خلاصی دلاؤ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے نو اوقیہ چاندی کے عوض حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو خرید لیا اور انہیں اپنے ہمراہ لے کر واپس ہوئے۔
اس کے بعد امیہ نے از راہ تمسخر کہا کہ ہاں اس کو لے لو، لات وعزیٰ کی قسم! اگر تم ایک اوقیہ چاندی کے عوض بھی لینا چاہتے تو میں اس کو بیچ دیتا۔
حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! اگر مجھے اس کے لیے سو اوقیہ چاندی بھی دینی پڑتی تو میں ضرور دیتا ہے۔
(حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو (100) قصے ص:67)

۱۸۔دنیا کا ڈر

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اپنے غلام سے کہا کہ مجھے پانی پلاؤ۔غلام کچھ دیر کے بعد مٹی کے ایک برتن میں پانی لایا،

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے دیکھا کہ برتن میں شہد ملا پانی ہے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے وہ برتن رکھوادیا اور غلام کی طرف دیکھا اور اس سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟

غلام بولا پانی ملا شہد۔صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ برتن کی طرف غور سے دیکھنے لگے، چند لمحات ہی گزرے تھے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی آنکھوں سے آنسوؤں بہنے لگے اور روتے روتے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی آواز بلند ہوگئی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر شدید گریہ طاری ہوگیا۔

لوگ متوجہ ہوئے اور تسلی دینے لگے اے خلیفہ رسول! آپ کو کیا ہوگیا ہے؟ آپ اس قدر شدید کیوں رو رہے ہیں؟

جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنسو ذرا تھمے تو لوگوں نے آپ سے رونے کا سبب پوچھا کہ یہ رونا کیسا ہے؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرمایا میں مرض الوفات کے ایام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا تو میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے کوئی چیز دور کر رہے ہیں لیکن وہ چیز مجھے نظر نہیں آرہی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے کہ مجھ سے دور ہوجاؤ، مجھ سے دور ہوجاؤ، میں نے ادھر ادھر دیکھا مگر کچھ نظر نہیں آیا۔

میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ کسی چیز کو اپنے سے ہٹا رہے تھے جبکہ آپ کے پاس کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا، یہ درحقیقت دنیا تھی جو اپنی تمام آرائش ونعمت کے ساتھ میرے سامنے آئی تھی، میں نے اس سے کہا کہ دور ہوجا، دور ہوجا! پس وہ یہ کہتی ہوئی دور ہوگئی کہ اگر آپ نے مجھ سے چھٹکارا پالیا تو کیا ہوا، جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آئیں گے وہ مجھ سے کبھی نہیں بچ سکیں گے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا لوگو! مجھے بھی اس شہد ملے پانی کی وجہ سے ڈر لاحق ہوا کہ کہیں اس دنیا نے مجھے آگھیرا نہ ہو، اسی لیے میں رویا۔ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو(100) قصے۔ص:68)

۱۹۔زبان کی حفاظت

ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے پاس تشریف لے گئے، جب گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ایک دیوار کے نیچے بیٹھے ہیں اور اپنی زبان کا کنارہ پکڑے ہوئے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے اس عمل پر بہت تعجب ہوا اور پوچھنے لگے اے خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ اپنی زبان کو کیوں سزا دے رہے ہیں؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا اسی زبان نے تو مجھے تباہی کی جگہوں پر پہنچایا ہے۔

(حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو(100) قصے۔ص:74)

۲۰۔چند قدم

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ملک شام کی جانب چند لشکر روانہ کیے اور ان پر یزید بن ابی سفیان، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور شرجیل بن

حسنہ رضی اللہ عنہم کو امیر مقرر کیا۔ جب یہ لوگ روانہ ہونے لگے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کو الوداعی نصیحتیں کرنے لگے اور جب وہ اپنی سواریوں پر سوار ہوئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان امراء لشکر کے ساتھ پیادہ پا چلتے رہے اور ان کو رخصت فرمانے لگے حتیٰ کہ ثنیۃ الوداع (مقام) تک پہنچ گئے۔

لشکر کے امراء کہنے لگے اے خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پیدل چل رہے ہیں اور ہم سواریوں پر سوار ہیں؟

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے یہ قدم اللہ کی راہ میں نیکی میں شمار ہوں۔

(حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سو (100) قصے۔ ص: 80)

۲۱۔ شراب

ایک آدمی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا اس نے پوچھا کیا آپ نے زمانہ جاہلیت میں بھی کبھی شراب نوشی کی ہے؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اعوذ باللہ پڑھی۔

اس نے پوچھا کیوں؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اپنی عزت کو بچاتا تھا اور اپنی اخلاقی قدروں کا تحفظ کرتا تھا کیونکہ جو شخص شراب پیتا ہے اس کی عزت و آبرو خاک میں مل جاتی تھی۔

یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دو بار تصدیق کی ہے۔

(حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سو (100) قصے۔ ص: 82)

۲۲۔ وصیت

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صاحب فراش ہوئے تو اپنی بیٹی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا میں مال و تجارت کے اعتبار سے قریش میں سب سے زیادہ مالدار تھا لیکن جب مجھ پر امارت کا بار پڑا تو میں نے سوچا کہ بس بقدر کفایت مال لے لوں۔ بیٹی! اب اس مال میں سے صرف یہ عباء، دودھ کا پیالہ اور یہ غلام بچا ہے جب میری وفات ہو جائے تو یہ چیزیں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دینا۔

جب آپ کی وفات ہوگئی تو ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہ عباء، دودھ کا برتن اور غلام، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیئے۔ (یہ چیزیں دیکھ کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم کرے انہوں نے اپنے بعد آنے والوں کو مشکل میں ڈال دیا کسی کو کچھ کہنے کا موقع نہیں دیا۔ (یعنی اپنی زندگی اتنی صاف شفاف گزاری) خدا کی قسم! اگر ابوبکر کے ایمان کا روئے زمین کے تمام لوگوں کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایمان کا پلہ بھاری ہوگا۔ خدا کی قسم! میری یہ تمنا ہے کہ کاش کہیں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سینہ کا ایک بال ہوتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس حال میں دنیا سے رخصت ہوئے کہ کوئی دینار یادرہم نہیں چھوڑا،

وہ تو اپنا مال بھی بیت المال میں ڈال دیتے تھے۔ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سو(100) قصّے ص:91)

۲۳۔سانحہ ارتحال

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بستر مرگ پر لیٹے تھے تو لوگ کثرت سے عیادت کرنے آرہے تھے۔

لوگوں نے پوچھا اے خلیفہ رسول کسی طبیب کو بلالائیں؟

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ طبیب تو آ گیا ہے۔

لوگوں نے پوچھا پھر اس نے کیا کہا ہے؟

آپ نے فرمایا وہ کہتا ہے کہ اِنِّی فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیدُ○(البروج:16)

یعنی میں جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں۔

لوگوں خاموش ہو گئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے والد کی عیادت کے لیے آئیں، دیکھا کہ آپ جان کنی کے عالم میں ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے رخساروں پر آنسو رواں تھے اس شدت کرب کے عالم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زبان پر بے ساختہ یہ شعر جاری ہو گئے

لعمرك ما يغني الثراء عن الفتى اذا خشرجت يوماً وضاق بها الصدر

تیری عمر کی قسم! جان کنی کے وقت اور سینہ تنگ ہو جانے کے عالم میں کسی انسان کو اس کی مال داری کام نہیں آتی۔"

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نظر التفات فرمائی اور فرمایا اے بیٹی! ایسا نہ کہو، بلکہ تم یہ کہو:

وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ○(سورہ ق:19)

اور سکرات موت کا وقت حق کے ساتھ آ گیا۔

اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا میرے ان دو کپڑوں کو دیکھو، انہیں دھو کر مجھے انہی میں کفن دے دینا، کیونکہ زندہ آدمی کو نئے کپڑوں کی مردے کی بہ نسبت زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے آئے، آپ رضی اللہ عنہ موت کی کشمکش میں تھے، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے خلیفہ رسول مجھے وصیت کیجیے؟

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تم پر دنیا کے دروازے کھولے گا لیکن تم اس میں سے بقدر ضرورت ہی لینا اور یہ کہ جو شخص صبح کی نماز پڑھ لیتا ہے وہ اللہ کی پناہ و امان میں آجاتا ہے۔ لہٰذا تم اس کی پناہ کو نہ توڑنا ورنہ اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیئے جاؤ گے۔

(حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سو(100) قصّے ص:92)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو(100) قصّے۔مؤلف: شیخ محمد صدیق منشاوی۔مترجم: مولانا خالد محمود

ناشر: بیت العلوم۔ پرانی انارکلی۔ لاہور۔ kitabosunnat.com

۲۴۔ جذام زدہ عورت

لوگوں کا ایک ہجوم بیت اللہ میں جمع تھا اور طواف میں مشغول تھا، تکبیر و تہلیل کی نداؤں میں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے کہ اس از دحام کے بیچ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر ایک جذام زدہ عورت پر پڑی کہ وہ طواف کر رہی ہے۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے خدا کی بندی! لوگوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ، اگر تو اپنے گھر میں بیٹھتی تو زیادہ بہتر تھا۔ امیر المؤمنین کی اس بات پر اس عورت کو حیا آئی اور اپنے گھر میں جا کر بیٹھ گئی حتیٰ کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو ایک آدمی کا اس عورت کے پاس سے گزر ہوا تو اس نے کہا کہ جس نے تجھے طواف کرنے سے منع کیا تھا وہ فوت ہو گیا ہے، لہٰذا اب تم باہر نکل آؤ۔ وہ کہنے لگی بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ زندگی میں تو اس کی اطاعت کروں اور مرنے کے بعد اس کی نافرمانی کروں۔ چنانچہ وہ عمر بھر گھر میں ہی رہی حتیٰ کہ انتقال ہوا۔

(حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سو (100) قصے۔ ص:26)

۲۵۔ سواری

چلچلاتی دھوپ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے باہر گئے، سر مبارک پر اپنی چادر رکھی ہوئی تھی کہ ایک غلام گدھے پر سوار آپ پاس سے گزرا۔ آپ نے کہا کہ اے غلام! مجھے بھی اپنے ساتھ سوار کر لو۔
غلام نے فوراً اپنی سواری کو روکا اور گدھے سے نیچے اتر کر عاجزانہ انداز میں عرض کیا امیر المؤمنین لیجئے، آپ سوار ہو جائیں۔
آپ نے فرمایا کہ نہیں تم سوار ہو جاؤ، میں تمہارے پیچھے سوار ہوتا ہوں، کیا تم مجھے نرم جگہ پر سوار کرنا چاہتے ہو اور خود سخت جگہ پر سوار ہونا چاہتے ہو۔ بہر حال غلام کا یہ اصرار تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگے بیٹھیں اور وہ پیچھے بیٹھے گا جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اصرار یہ تھا کہ وہ آگے سوار ہو اور میں پیچھے بیٹھوں۔ بالآخر غلام نے امیر المؤمنین کی بات مان لی اور یوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ ایک غلام کے پیچھے بیٹھے داخل ہوئے اور لوگ یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سو (100) قصے۔ ص:28)

۲۶۔ تربیت اولاد

ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے کے پاس آئے۔ دیکھا کہ بالوں میں کنگھی کی ہوئی ہے اور عمدہ پوشاک پہنے ہوئے۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو کوڑے سے اتنا مارا کہ وہ رونے لگا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آپ نے اسے کیوں مارا؟
آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اس کو دیکھا کہ یہ خود پسندی میں مبتلا ہے اس لیے میں نے چاہا کہ اس کے نفس کو اس کے سامنے حقیر بناؤں۔ (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سو (100) قصے۔ ص:29)

۲۷۔ سرزنش (ملامت)

یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ افواہیں گردش کرنے لگیں کہ وہ طرح طرح کے کھانے تناول کرتے ہیں اور یہ خبر یثرب کے

تمام اطراف میں پھیل گئی۔ یہاں تک کہ جب امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے اپنے ایک غلام سے کہا کہ جب تجھے پتہ چلے کہ وہ کھانے میں حاضر ہے تو مجھے بتا دینا۔

چنانچہ جب یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کھانا کھانے کے لیے بیٹھے تو غلام نے آپ کو مطلع کر دیا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوراً تشریف لائے اور سلام کر کے اجازت طلب کی، اجازت ملی تو اندر تشریف لائے اور ان کے قریب بیٹھ گئے۔تھوڑی دیر کے بعد ثرید اور گوشت آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ان کے ساتھ تناول کیا، پھر بھنا ہوا گوشت آیا تو یزید نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روک دیا اور سرزنش کرتے ہوئے فرمایا خدا کا خوف کرواے یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ! کیا کھانا کھا لینے کے بعد پھر دوبارہ کھاؤ گے؟ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں عمر رضی اللہ عنہ کی جان ہے اگر تم لوگوں کے طریقہ کے خلاف چلو گے تو وہ بھی تمہارے طریقہ کے خلاف ہی چلیں گے۔

(حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سو (100) قصے۔ص:31)

۲۸۔کپڑے دھونا

مسجد بھری ہوئی تھی، لوگ سوالیہ نظروں سے باہم تبادلہ خیالات کرنے لگے کہ امیر المؤمنین کو آنے میں تاخیر کیوں ہوگئی وہ کہاں ہیں؟ چند لمحوں کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے اور منبر پر چڑھنے کے بعد لوگوں سے معذرت خواہی کرتے ہوئے فرمایا میں اصل میں اپنے یہ کپڑے دھو رہا تھا اور میرے پاس اس کے سوا اور کوئی کپڑا نہیں تھا۔

(حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سو (100) قصے۔ص:38)

۲۹۔فطانت (عقلمندی)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایک چھوٹی سی دیوار کے نیچے چہار زانو بیٹھے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے ارد گرد آپ کے احباب بیٹھے تھے۔وعظ و نصیحت کی باتیں اور نادر و عمدہ گفتگو جاری تھی کہ کسی جانب سے بدبو سی اٹھی۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے میں اس شخص کو بقسم کہتا ہوں کہ وہ اٹھے اور وضو کرے۔لوگ ایک دوسرے کی طرف تکنے لگے اور انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس بات پر عمل دشوار محسوس ہوا۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے امیر المؤمنین! ہم سب وضو کر لیتے ہیں، ان کا مقصد اس سے یہ تھا کہ اس طرح اس شخص کی سبکی نہ ہوگی جس نے ہوا خارج کی ہے۔ان کی بات سن کر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مسکرائے اور فرمایا اللہ تجھ پر رحم فرمائے تم زمانہ جاہلیت میں بھی کیا ہی خوب سردار تھے اور زمانہ اسلام میں بھی کیا ہی خوب سردار ہو۔

(حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سو (100) قصے۔ص:38)

۳۰۔حق گوئی

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بنو حارثہ کے چشمہ کے پاس محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا، وہ بڑے جرات مند اور حق گو آدمی

تھے۔خواہ اس حق بات کہنے پر موت بھی ہوتی۔ چنانچہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا کہ اے محمد تم مجھے کیسا پاتے ہو؟
محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں آپ کو ایسا ہی دیکھتا ہوں جیسے میں پسند کرتا ہوں اور جیسے وہ شخص چاہتا ہے جو آپ کے لیے خیر کو پسند کرتا ہے، میں آپ کو دیکھتا ہوں کہ آپ مال جمع کرنے پر بڑے طاقت ور ہیں اور اس (مال) سے پاک دامن ہیں، مال کی تقسیم میں عدل کرتے ہیں۔ اگر آپ رضی اللہ عنہ ٹیڑھے ہو گئے تو ہم آپ کو تیر کی طرح سیدھا کر دیں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خوش ہوتے ہوئے فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے ایسے لوگ بھی میری قوم میں پیدا کیے ہیں کہ جب میں ٹیڑھا ہونے لگتا ہوں تو وہ مجھے سیدھا کر دیتے ہیں۔ (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سو (100) قصے۔ص:39)

۳۱۔ثالث

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے درمیان کسی بات میں اختلاف ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ چلو کسی کو اپنا حکم (ثالث) مقرر کر لیتے ہیں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ان کی بات کو قبول کرتے ہوئے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ثالث بنانا تجویز کیا۔

چنانچہ دونوں حضرات حضرت زید رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم آپ کے پاس اپنا ایک فیصلہ کروانے آئے ہیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے امیر المؤمنین کے لیے اپنا فراش کشادہ کیا اور ہاتھ کے اشارہ سے کہا کہ امیر المؤمنین! یہاں تشریف رکھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور فرمایا یہ تم نے اپنے فیصلہ میں پہلا ظلم کیا ہے میں اپنے فریق مخالف کے ساتھ ہی بیٹھوں گا۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سامنے بیٹھ گئے۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے (کسی بات کا) دعویٰ کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار کیا تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے پُر امید ہو کر حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ امیر المؤمنین کو قسم سے بری کر دیں اور میں ان کے سوا اور کسی کے لیے اس کی درخواست نہیں کرتا ہوں۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر سبقت لے جاتے ہوئے فوراً قسم کھائی پھر دوبارہ قسم کھائی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اس فیصلے کا ادراک نہیں ہو پا رہا تھا کہ ان کے نزدیک حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور عام مسلمان آدمی برابر ہو گیا۔

(حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سو (100) قصے۔ص:39)

۳۲۔عزت اسلام سے ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملک شام گئے تو استقبالیہ وفد آنے سے کچھ پہلے راستہ میں ایک دریائی گزرگاہ آئی۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے اونٹ سے اترے، جوتے اتار کر ایک طرف کو پھینکے اور اونٹ کی مہار کو پکڑ کر اس پانی میں گھس گئے، اور وفود کے آنے تک اسی حالت میں رہے۔
حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ نے ان شامیوں کے سامنے ایک عجیب کام کیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ ان کے سینہ پر مارتے ہوئے کہا افسوس اے ابوعبیدہ! تمہارے سوا کوئی اور یہ بات کہتا تو کچھ حرج نہیں تھا تم لوگوں میں سب سے زیادہ ذلیل، حقیر اور قلیل تھے اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعہ تم کو عزت دی، اور اگر تم اسلام کے سوا کسی چیز میں اپنی عزت تلاش کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں ذلیل کر دے گا۔ (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سو (100) قصے۔ ص:40)

۳۳۔ انصاف کا پیمانہ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وظیفہ مقرر کیا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا ابا جان! آپ نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے چار ہزار اور میرے لیے تین ہزار وظیفہ مقرر کیا ہے۔ جب کہ ان کے والد کا مقام آپ سے کچھ زیادہ نہیں ہے اور مجھ سے زیادہ ان کا مرتبہ نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بالکل نہیں! ان کے والد رسول اللہ ﷺ کو تمہارے باپ سے زیادہ محبوب تھے اور یہ خود رسول اللہ ﷺ کو مجھ سے زیادہ محبوب تھے۔ جب یہ بات سنی تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس وظیفہ پر خوش ہو گئے جو ان کے لیے مقرر ہوا۔

(حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سو (100) قصے۔ ص:41)

۳۴۔ بوسہ

19 ہجری میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر رومیوں سے لڑنے کے لیے روانہ کیا، اس لشکر میں ایک آدمی تھے جن کا نام عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ تھا۔ یہ آنحضور ﷺ کے صحابی تھے۔ رومیوں نے ان کو قید کر لیا اور زنجیروں میں جکڑ کر اپنے بادشاہ کے پاس لے گئے۔ جب اپنے بادشاہ کے سامنے حاضر ہوئے تو انہوں نے بتایا کہ یہ محمد ﷺ کا صحابی ہے۔ بادشاہ یہ سن کر اپنے تخت سلطنت سے نیچے اترا اور عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کی جانب بڑھا۔

عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ اس وقت شاہی محل میں ثابت قدمی کے ساتھ کھڑے تھے۔ بادشاہ یہ چاہتا تھا کہ کسی طرح یہ مسلمان جن کی نظر میں دنیا کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ عیش پسندی میں مبتلا ہو جائیں۔ وہ قریب آیا اور اس نے عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر تم نصرانیت قبول کر لو تو میں تمہیں اپنی بادشاہی میں شریک کر لوں گا؟

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اگر تم مجھے اپنی تمام دولت جس کے تم مالک ہو اور وہ تمام دولت جس کے عرب والے مالک ہیں، دے دو اور مجھ سے کہو کہ تم دین محمد ﷺ کو چھوڑ دو تو میں ایسا کبھی نہیں کروں گا۔

بادشاہ نے کہا کہ اگر نہیں مانو گے تو ہم تجھے قتل کر دیں گے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم جو چاہو کر لو۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ ان کو سولی پر لٹکا دو۔ تیر اندازوں کو کہا کہ تم اس کے ہاتھوں اور پاؤں کے قریب ہو کر تیر برساؤ۔ چنانچہ تیر اندازوں نے عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ پر تیروں کی بارش برسا دی۔ دوسری طرف بادشاہ انہیں عیسائیت قبول کرنے کا کہہ رہا تھا لیکن ان

کی سزا سے ان کے ایمان میں اضافہ ہی ہوا، پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ انہیں نیچے اتار دو چنانچہ نیچے اتارا گیا، بادشاہ نے ایک دیگ منگوائی اور اس میں روغن زیتون ڈالا، جب وہ خوب گرم ہو کر تپنے لگا تو اس نے دو مسلمان قیدیوں کو بلایا، ایک کے لیے حکم دیا اس کو اس کے اندر ڈال دیا گیا، وہ اس دیگ میں تڑپتا رہا حتی کہ اس کا گوشت گل گیا اور ہڈیاں نظر آنے لگیں، بادشاہ اس کے ساتھ ساتھ عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ پر نصرانیت پیش کرتا رہا مگر ان کا انکار پہلے سے زیادہ ہو گیا۔ پھر بادشاہ نے ان کو بھی اس دیگ میں ڈالنے کا حکم دیا۔ جب لشکری ان کو لے کر جانے لگے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ کسی نے بادشاہ سے جا کر کہا وہ رو رہے ہیں۔ بادشاہ نے سمجھا کہ وہ گھبرا گئے ہیں اور ڈر گئے ہیں، بادشاہ نے ہنستے ہوئے کہا، اس کو واپس لے آؤ۔ جب واپس لائے گئے تو بادشاہ نے ان پر عیسائیت پیش کی مگر انہوں نے انکار کیا۔ بادشاہ نے متعجب ہو کر حیرانگی سے پوچھا، پھر تم کیوں روئے تھے؟

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس لیے رویا کہ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ اس وقت تجھے دیگ میں ڈالا جا رہا ہے جس کے نتیجہ میں صرف ایک جان جائے گی، میری خواہش ہوئی کہ کاش! میرے جسم کے ہر بال کی تعداد کے برابر جانیں ہوتیں جو اللہ کی راہ میں قربان کی جاتیں۔

بادشاہ نے حیرت سے اپنا سر ہلایا کہ یہ آدمی تو موت کو معمولی چیز خیال کرتا ہے۔ اس کے بعد بادشاہ آگے بڑھا اور یہ پیش کش کی اگر تم میرے سر کو بوسہ دے دو تو میں تمہیں رہا کر دوں گا؟

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہیں! صرف مجھے نہیں تمام مسلمان قیدیوں کو رہا کرو گے؟

بادشاہ نے کہا کہ ٹھیک ہے، تمام مسلمان قیدیوں کو چھوڑ دوں گا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر خدا کے اس دشمن کے سر کو بوسہ دے دوں اور سارے مسلمان قیدی رہا ہو جائیں تو کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور اس کے سر کو بوسہ دیا۔ اس نے وعدہ کے مطابق مسلمان قیدی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر دیئے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ان کو لے کر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور سارا واقعہ سنایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا اور سینہ کھل گیا، پکار کر فرمایا ہر مسلمان پر یہ لازم ہے کہ وہ عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے سر کو بوسہ دے اور آغاز میں کرتا ہوں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے، تھوڑے سے جھکے اور عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے سر کو بوسہ دیا۔

(حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سو (100) قصے۔ ص: 42)

۳۵۔ توبہ

ایک رات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنا دُرہ لیے نکلے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے ایک گھر میں آگ کی روشنی دیکھی، آپ رضی اللہ عنہ اس گھر کے پاس پہنچے اور اس میں داخل ہوئے تو دیکھا ایک بوڑھا شخص بیٹھا ہے جس کے سر کے بال سفید ہو چکے ہیں۔ اس کے سامنے شراب رکھی ہے اور ایک لونڈی گانا گا رہی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے اس بوڑھے سے زیادہ قبیح منظرات کے وقت نہیں دیکھا جو بوڑھا اپنی اجل کا انتظار کر رہا ہے۔اس آدمی نے اپنا سر اٹھایا اور کہا کہ اے امیر المؤمنین! آپ نے جو حرکت کی ہے وہ زیادہ قبیح ہے، آپ نے ٹوہ لگائی حالانکہ آپ نے خود ٹوہ لگانے سے منع کیا ہے اور دوسرا یہ کہ آپ بلا اجازت داخل ہوئے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم سچ کہتے ہو، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں سے نکلے، آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور رنجیدہ خاطر ہو کر کہنے لگے عمر! تیری ماں تجھ پر روئے، اگر پروردگار نے اسے معاف نہ کیا تو کیا بنے گا۔

وہ بوڑھا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چھپتا پھرتا تھا اور کہتا تھا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھ لیا ہے وہ ضرور سزا دیں گے۔ وہ بوڑھا شخص ایک عرصہ تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں نہیں آیا۔ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کی ایک جماعت کے ہمراہ بیٹھے تھے کہ اچانک ایک آدمی آیا جس نے اپنے آپ کو چھپا رکھا تھا اور مجلس کے آخر میں آ کر بیٹھ گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس پر نظر پڑ گئی، فرمایا کہ اس بوڑھے آدمی کو میرے پاس لاؤ۔ایک آدمی اس کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ امیر المؤمنین کے پاس چلو، وہ آدمی اٹھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خوف سر پر سوار تھا کہ وہ ضرور اس کو سزا دیں گے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ میرے قریب ہو جاؤ۔اس کو اپنے قریب کرتے رہے یہاں تک کہ اپنے ساتھ بٹھا لیا اور آہستہ آواز میں اس کے کان میں کہا کہ سنو! اس ذات کی قسم جس نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں نے لوگوں میں سے کسی کو بھی اس واقعہ کی خبر نہیں دی جس کا میں نے مشاہدہ کیا تھا حتیٰ کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو بھی نہیں بتایا جو کہ میرے ساتھ تھے۔اس آدمی نے بھی کہا کہ اے امیر المؤمنین! اپنا کان قریب کیجیے پھر کان میں کہنے لگا کہ اس ذات کی قسم جس نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں نے بھی وہ کام دوبارہ نہیں کیا یہاں تک میں اپنی اس جگہ پر بیٹھ گیا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی آواز کو بلند کرتے ہوئے اللہ اکبر کہا، لوگ نہ سمجھے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے کس وجہ سے تکبیر کہی۔

(حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سو (100) قصے۔ص:47)

۳۶۔غلطی کی معافی

ایک مرتبہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ رات کے وقت مدینہ کی گھاٹیوں میں قدم اٹھاتے ہوئے جا رہے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک گھر سے کسی آدمی کی آواز سنی جو بے ہودہ الفاظ کے ساتھ گانا گا رہا تھا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً اس کے گھر کی دیوار پھاندی اور فرمایا اے خدا کے دشمن! تیرا کیا خیال ہے، کیا تیرا گناہ خدا تعالیٰ سے چھپ سکتا ہے؟

اس آدمی نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! جلدی نہ کیجئے! اگر میں نے خدا تعالیٰ کی ایک نافرمانی کی ہے تو آپ نے خدا کی تین نافرمانیاں کی ہیں۔ایک تو آپ نے تجسس (ٹوہ لگانا) کیا، جب کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَجَسَّسُوْا ۝ (الحجرات:12)

اور ٹوہ مت لگاؤ۔

دوسرا آپ دیوار پھاند کر آئے، جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا ○ (البقرہ:189)

گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ۔

اور تیسری نافرمانی یہ کی آپ بلا اجازت اندر داخل ہوئے۔حالانکہ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں:

لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْذِنُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ○ (النور:37)

کسی کے گھر طلب اجازت کے بغیر داخل نہ ہو اور ان کو سلام کرو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا میرے ساتھ نیکی کرو گے، اگر تم مجھے معاف کر دو؟

اس آدمی نے کہا کہ ہاں، اس نے آپ رضی اللہ عنہ کو معاف کیا، آپ رضی اللہ عنہ وہاں سے نکلے اور اس آدمی کو چھوڑ دیا۔

(حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سو (100) قصے۔ص:49)

۳۷۔ بدلہ

ایک آدمی نے چلا کر کہا اے امیر المؤمنین! میرے ساتھ چلیں! فلاں شخص نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے، میری مدد کریں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا دُرہ اٹھایا اور اس کے سر پر مارا اور فرمایا تم لوگ عمر کو پکارتے ہو وہ تمہارے لیے نمائش گاہ ہے۔جب وہ (عمر) مسلمانوں کے کسی کام میں مشغول ہوتا ہے تو تم آجاتے ہو کہ میرے ساتھ چلو، میرے ساتھ چلو۔

وہ آدمی غصہ سے بھرا ہوا واپس چلا گیا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غصہ فرو ہوا تو فرمایا کہ اس آدمی کو بلاؤ۔وہ آیا تو اس کو اپنا درہ دیا اور فرمایا کہ مجھ سے بدلہ لے لو۔

اس آدمی نے کہا کہ نہیں، میں اس معاملہ کو خدا کے لیے اور آپ کے لیے چھوڑتا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایسا نہیں ہوگا بلکہ یا تو تم اللہ کے لیے چھوڑ دو اور اس کے پاس اجر وثواب کی امید رکھو یا یہ معاملہ میرے لیے چھوڑ و، میں اس کو جان لیتا ہوں۔

اس آدمی نے کہا کہ میں اس معاملہ کو اللہ کے لیے چھوڑتا ہوں۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ چلے جاؤ! اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ چلتے ہوئے اپنے گھر تشریف لائے اور آپ نے نماز شروع فرمائی، دو رکعتیں پڑھ کر بیٹھے اور کہنے لگے۔اے ابن خطاب تو کم حیثیت کا مالک تھا اللہ تعالیٰ نے تجھے رفعتیں دیں، تو بے راہ تھا اللہ نے تجھے راہ دکھائی، تو ذلیل تھا اللہ نے تجھے عزت دی، پھر اللہ نے تجھے مسلمانوں کی گردنوں پر سوار کیا، ایک آدمی آیا اس نے تجھ سے مدد چاہی مگر تو نے اس کو مارا، تو اپنے رب کو کیا جواب دے گا؟ (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سو (100) قصے۔ص:51)

۳۸۔ ڈانٹ

ابھی حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے مقام خندق کو بھی پار نہیں کیا تھا کہ یہ خبر کانوں میں پہنچی کہ رسول کریم ﷺ کا انتقال ہو گیا۔لشکر رک گیا،

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ،حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ کے پاس جائیں اور ان سے اجازت طلب کریں کہ لوگ واپس لوٹ آئیں کیونکہ کہیں مشرکین، مسلمانوں کے قیمتی سامان کو اٹھا نہ لے جائیں۔انصار کہنے لگے اگر وہ نہ مانیں تو ہم اس مہم میں چلتے رہیں گے،آپ ان کو (خلیفہ رسول ﷺ) کو ہماری طرف سے پیغام پہنچا دیں اور ان سے یہ مطالبہ کریں کہ ہمارے اس امر کا ایسے آدمی کو ذمہ دار بنائیں جو اسامہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ عمر رسیدہ ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ،اسامہ رضی اللہ عنہ کا پیغام لے کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی ساری بات بتائی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر یہاں کے کتے اور بھیڑیئے بھی مجھے اٹھا لے جائیں تب بھی میں رسول اللہ ﷺ کا کیا ہوا فیصلہ واپس نہیں لوں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انصار نے بھی مجھے آپ تک یہ پیغام پہنچانے کا کہا ہے،وہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ اسامہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ عمر والا شخص ان کا والی بنایا جائے۔(یہ سنتے ہی) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی داڑھی پکڑی اور پکار کر فرمایا اے ابن خطاب! تیری ماں تجھے روئے،کیا تم مجھے ایسے شخص کو معزول کرنے کا کہتے ہو جس کو خود رسول اللہ ﷺ نے ان کا والی بنایا ہے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ واپس مڑے اور انصار کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا کہ کیا ہوا؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اپنے کام میں لگے رہو تمہاری مائیں تم پر روئیں۔آج مجھے تمہاری وجہ سے خلیفہ رسول سے ڈانٹ پینی پڑی ہے۔ (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سو(100) قصے ص:54)

۳۹۔مال سے پناہ

سراقہ بن مالک نے گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہو کر حضور اکرم ﷺ کو تلاش کیا،لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد اسے ٹھوکر لگی اور گھوڑے سے نیچے گر گیا اس وقت اس کی آنکھوں نے آنحضور ﷺ کے معجزات کا مشاہدہ کیا تو عرض کیا خدا کی قسم! اے محمد ﷺ! مجھے اس بات کا یقین ہے کہ آپ کا دین ضرور غالب ہو کر رہے گا اور آپ کی شان بلند ہوگی،آپ مجھے امان لکھ دیں۔

حضور اکرم ﷺ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔چنانچہ انہوں نے ایک ہڈی کی لوح پر لکھ دیا۔حضور اکرم ﷺ نے سراقہ سے فرمایا کہ اے سراقہ! اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب تو کسریٰ کے کنگن پہنے گا؟

بعد ازاں سراقہ مسلمان ہو گیا اور مدینہ منورہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر بھی ہوا۔مسلمانوں کو قادسیہ کی جنگ میں فتح حاصل ہوئی اور مال غنیمت مدینہ آیا۔اس میں کسریٰ کا تاج بھی تھا اور اس کے سونے کی تاروں سے بنے ہوئے کپڑے اور جواہرات سے آراستہ ہار بھی تھا اور اس کے دو ایسے کنگن بھی تھے کہ کسی کی آنکھ نے اس جیسے کنگن دیکھے نہ ہوں گے۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آواز دی۔سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کہاں ہے؟ سراقہ حاضر ہوئے،حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کسریٰ کی قمیص اور اس کے کنگن پہنائے اور اسکی تلوار گردن میں لٹکائی اور ان کے سر پر کسریٰ کا تاج رکھا۔

حضرت سراقہ رضی اللہ عنہٗ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور زبان حال سے کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا تھا۔اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آسمان کی طرف اپنا سر اٹھایا اور بارگاہ رب العزت میں عرض گزار ہوئے اے اللہ! تو نے یہ مال اپنے پیغمبر ﷺ کو نہیں دیا جب کہ وہ آپ کو مجھ سے زیادہ محبوب اور مکرم تھے اور یہ مال ابوبکر رضی اللہ عنہٗ کو نہیں دیا جب کہ وہ آپ کو مجھ سے زیادہ محبوب اور مکرم تھے،آپ نے مجھے یہ مال دیا لیکن میں آپ کی اس سے پناہ پکڑتا ہوں اگر میری آزمائش کے لیے آپ نے مجھے یہ مال دیا ہو۔ (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو(100) قصے ۔ص:55)

۴۰۔خدمت

رات کی سخت تاریکی میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ لوگوں سے چھپتے چھپاتے مدینہ کی کسی جانب جا رہے تھے کہ اس اندھیرے میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہٗ نے ان کو دیکھ لیا،حضرت طلحہ رضی اللہ عنہٗ بھی ان کے پیچھے چل دیئے۔تھوڑی دیر کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ ایک چھوٹے سے گھر میں داخل ہوئے،وہاں کافی دیر ٹھہرے۔(یہ دیکھ کر) حضرت طلحہ رضی اللہ عنہٗ واپس چلے گئے،جب صبح ہوئی تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہٗ اس گھر میں گئے تو دیکھا کہ وہاں ایک اپاہج بڑھیا بیٹھی ہے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہٗ نے پوچھا وہ آدمی (حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ) آپ کے پاس کس لیے آئے تھے؟

اس بڑھیا نے کہا کہ وہ تو اتنے عرصہ سے میری دیکھ بھال کرتے ہیں،میری ضروریات کو پورا کرتے ہیں اور گھر کی صفائی وغیرہ کر جاتے ہیں۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اظہار تأسف کرتے ہوئے کہا اے طلحہ! تیرا ناس ہو! کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کی غلطیاں ڈھونڈتا پھرتا ہے؟ (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو(100) قصے ۔ص:58)

۴۱۔امان

ایران کا بادشاہ ہرمزان بیڑیوں جکڑا ہوا حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کے سامنے کھڑا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے اس سے فرمایا کہ بات چیت کرو۔

ہرمزمان نے کہا کہ زندوں والا کلام کروں یا مردوں والا کلام کروں؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا زندوں والا کلام۔

ہرمزان کہنے لگا ہم شان والے تھے اور تم جاہلیت میں پڑے تھے۔نہ ہمارے لیے کوئی دین تھا اور نہ تمہارے لیے۔ہم عرب کے لوگوں کو کتوں کی طرح دھتکارتے تھے،پھر جب اللہ نے تم کو دین کی وجہ سے عزت دی اور اپنا رسول تم میں سے مبعوث کیا تو ہم نے تمہاری اطاعت نہ کی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ تم ایسی باتیں کرتے ہو جب کہ تم ہمارے قبضہ میں ایک قیدی کی حیثیت سے ہو؟ اور فرمایا اس کو قتل کر دو۔

ہرمزان نے کہا کہ کیا تمہارے پیغمبر ﷺ نے تمہیں یہ تعلیم دی ہے کہ قیدی کو امن دے کر پھر قتل کر دو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ میں نے تجھے کب امن دیا ہے؟

ہرمزان نے کہا کہ ابھی تو آپ نے مجھ سے کہا کہ زندوں والا کلام کرو، جس کو اپنی جان کا خطرہ ہوتا ہے وہ زندہ نہیں ہوتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے افسوس کرتے ہوئے فرمایا اللہ اس کو مارے، اس نے امان لے لیا اور مجھے اس کی خبر نہ ہوئی۔

(حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو (100) قصے ص:61)

۴۲۔خائن کو سزا

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ شام آئے تو اہل کتاب میں سے ایک آدمی آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا اے امیر المؤمنین! آپ دیکھ رہے ہیں کہ کسی مسلمان نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا ہے، وہ زخمی حالت میں تھا اور اس کو زدوکوب کیا گیا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ شدید غضبناک ہوئے اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہٗ سے کہا کہ جاؤ دیکھو اس کو کس نے مارا ہے؟

حضرت صہیب رضی اللہ عنہٗ گئے تو پتہ چلا کہ عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ عنہٗ نے مارا ہے۔ جس وقت عوف بن مالک رضی اللہ عنہٗ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے کھڑے ہوئے تو آپ نے پوچھا کہ تو نے اس کو کیوں مارا ہے، کیا ہوا تھا؟

حضرت عوف رضی اللہ عنہٗ نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! میں نے اس کو دیکھا کہ ایک مسلمان عورت کو گدھے پر بٹھائے لے جارہا تھا، اس نے گدھے کو تیز دوڑایا تاکہ وہ گر جائے مگر وہ نہ گری تو اس نے اس کو دھکا دیا تو وہ زمین پر گر گئی اور یہ زمین پر منہ کے بل گرا (اس لیے یہ زخمی ہے)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے ان سے فرمایا کہ اس عورت کو لاؤ وہ تمہاری بات کی تصدیق کرے۔ چنانچہ اس عورت کا باپ اور اس کا شوہر آیا اور ان دونوں نے عوف بن مالک رضی اللہ عنہٗ کی تصدیق کر دی۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے اس یہودی کو سولی پر لٹکانے کا حکم دیا، اور پھر اسے سولی دے دی گئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ ہم نے تم سے اس پر تو مصالحت نہیں کی تھی۔ پھر فرمایا لوگو! محمد ﷺ کی پناہ دینے کے متعلق خدا سے ڈرو، جو شخص بھی ان میں سے ایسا کرے گا اس کی ہمارے ذمہ کوئی پناہ نہیں ہے۔

(حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو (100) قصے ص:62)

۴۳۔مظلوم کا بدلہ

ایک آدمی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہٗ کے پاس فریاد لے کر آیا، اے امیر المؤمنین! میں ظلم سے بچنے کے لیے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کی آنکھوں سے غصہ ظاہر ہوا، فرمایا کہ تم مطمئن رہو، تجھے پناہ مل گئی ہے۔

اس آدمی نے روتے ہوئے کہا کہ میرا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہٗ کے بیٹے سے دوڑ کا مقابلہ ہوا، میں دوڑ میں اس پر غالب آیا تو وہ مجھے کوڑے سے مارنے لگا اور مجھے کہنے لگا کہ میں ابن الاکرمین (دو معزز آدمیوں کا بیٹا) ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کو حاضر ہونے کا حکم دیا کہ وہ اپنے بیٹے کے ساتھ حاضر ہوں، چنانچہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ آئے، ان کے پیچھے پیچھے ان کے بیٹے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پکار کر کہا کہ مصری شخص کہاں ہے؟ وہ آدمی کانپتے ہوئے آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ کوڑا لو اور اس کو مارو۔ اس آدمی نے وہ کوڑا پکڑا، اس کو گھمایا پھر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے کی کمر پر مارنا شروع کیا۔ جس کو کھجور کے ایک تنہ کے ساتھ باندھا گیا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس مصری آدمی کے برابر کھڑے اس کو فرما رہے تھے کہ مارو اس ابن الاکرمین کو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا گواہ ہے، اس آدمی نے اس کو مارا اور ہم اس کے مارنے کو پسند کر رہے تھے، وہ مسلسل مارتا رہا یہاں تک ہم نے تمنا کی اب یہ اس کو چھوڑ دے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب عمرو کے سر پر بھی کوڑے لگاؤ۔

وہ آدمی کہنے لگا کہ اے امیر المؤمنین! مجھے صرف اس کے بیٹے نے مارا تھا اور میں نے اس سے بدلہ لے لیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا اور فرمایا تم نے کب سے لوگوں کو غلام بنا لیا ہے، ان کی ماؤں نے تو ان کو آزاد جنا تھا؟

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے سر جھکاتے ہوئے عرض کیا اے امیر المؤمنین! مجھے تو اس واقعہ کی خبر بھی نہیں تھی اور نہ یہ میرے پاس آیا۔

(حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سو (100) قصے۔ ص:63)

۴۴۔ عادل حکمران

قیصر نے اپنا ایک قاصد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حال و احوال معلوم کرنے کے لیے بھیجا۔ جب وہ قاصد مدینہ منورہ آیا تو دیکھا کہ یہاں تو کوئی محل وغیرہ نہیں ہے اور نہ ایسا کوئی گھر ہے جس سے پتہ چلے کہ یہاں کوئی بادشاہ رہتا ہے تو مدینہ منورہ کے لوگوں سے پوچھا تمہارا بادشاہ کہاں ہے؟

لوگوں نے کہا کہ ہمارا بادشاہ تو کوئی نہیں ہے، ہاں البتہ ہمارے ایک امیر ہیں جو اس وقت مدینہ سے باہر کہیں گئے ہوئے ہیں۔

وہ قاصد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تلاش میں نکلا تو ایک جگہ دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ زمین کو فراش بنائے ایک درخت کے سایہ میں سو رہے ہیں، اپنا سر اپنے درہ پر رکھا ہے اور آس پاس کوئی پہرے دار بھی نہیں ہے۔ جب اس نے یہ حالت دیکھی تو دل میں ہیبت بیٹھ گئی، یہ ایسا آدمی ہے کہ بادشاہوں کو اس کی ہیبت اور رعب کی وجہ سے چین نہیں آتا، اور اس کی ظاہری حالت یہ ہے! اے عمر رضی اللہ عنہ واقعی تو نے لوگوں میں عدل قائم کیا ان کو امن دیا تبھی تو آرام کی نیند سو رہا ہے۔ اس کے مقابلہ میں ہمارا بادشاہ ظلم کرتا ہے، ہر وقت خوف اس کے سر پر سوار رہتا ہے، راتوں کو نیند نہیں آتی۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرا دین، دین حق ہے۔ اگر میں قاصد بن کر نہ آیا ہوتا تو ضرور اسلام لے آتا، البتہ میں واپس جا کر مسلمان ہو جاؤں گا۔

(حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سو (100) قصے۔ ص:64)

۴۵۔ باپ کی مار

سخت تاریک رات میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہٗ کے بیٹے عبد الرحمن اور ابو سروعہ عقبہ بن الحارث کو شیطان نے آ گھیرا۔ دونوں نے شراب کا دور چلایا، اتنی شراب پی لی کہ نشہ میں آ گئے، جب صبح ہوئی تو دونوں دوڑتے ہوئے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہٗ کے پاس گئے وہ اس وقت مصر کے حاکم تھے۔ دونوں نے روتے ہوئے کہا کہ ہمیں پاک کر دیجیے۔ ہم نے شراب پی تھی جس سے نشہ ہو گیا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ تم گھر چلو تمہیں پاک کرتے ہیں، وہ دونوں گھر میں داخل ہوئے تو ان کے سر مونڈ دیئے گئے، پھر کوڑے لگائے گئے۔ جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر ملی تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہٗ کو لکھا کہ عبد الرحمن کو ایک کجاوے پر بٹھا کر میرے پاس بھیج دو، انہوں نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے بھیج دیا، جب عبد الرحمن، حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کے پاس پہنچے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن کو مارا اور سزا دی کیونکہ وہ ان کے بیٹے تھے۔ لیکن دوسری بار اس پر حد جاری نہیں کی، پھر اُن کو چھوڑا تو وہ ایک ماہ تک زندہ رہے، پھر ان کی تقدیر آ گئی اور انتقال کر گئے۔ (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو (100) قصے۔ ص:65)

۴۶۔ پیام نکاح

جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہٗ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت حسین رضی اللہ عنہٗ بن حذافہ اسمی کا انتقال ہوا جو سابقین اولین میں سے تھے اور غزوہ بدر میں کاری زخم لگا جس سے جانبر نہ ہو سکے تو عدت گزرنے کے بعد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہٗ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہٗ سے ملے، ان سے حفصہ رضی اللہ عنہا کے رشتہ کی بات کی، فرمایا کہ اگر آپ چاہیں تو میں حفصہ رضی اللہ عنہا کا آپ سے نکاح کر دوں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ نے کہا کہ میں اس بارے میں سوچوں گا۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ میں نے یہ سوچا ہے کہ ابھی نکاح نہ کروں۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کے پاس گئے اور ان سے کہا اگر آپ چاہیں تو میں حفصہ سے آپ کا نکاح کر دوں۔ ابو بکر رضی اللہ عنہٗ خاموش رہے، کوئی جواب نہیں دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کو اس بات پر شدید غصہ آیا، اتنا غصہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر نہ آیا ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ دن توقف کیا پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کو حفصہ رضی اللہ عنہا کا پیغام نکاح دیا، اس کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہٗ بھی ان سے ملے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے شاید آپ کو مجھ پر اس وقت غصہ آیا ہو جب آپ نے حفصہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ مجھے پیش کیا مگر میں نے جواب نہیں دیا؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ ہاں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ جب آپ نے حفصہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ پیش کیا تو مجھے جواب دینے سے صرف یہ بات مانع تھی کہ میں جانتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کا ذکر کیا تھا اور میں سرکار دو عالم ﷺ کے راز کو فاش نہیں کر سکتا تھا، اگر آنحضرت ﷺ نہ کرتے تو

میں ضرور قبول کرتا ہے۔ (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سو (100) قصے ص:66)

۴۷۔خون بہا

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک ایک عورت کی خبر پہنچی جس کا خاوند سفر پر گیا ہوا تھا اور وہ عورت، مردوں سے زیادہ باتیں کرتی ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کو یہ بات سخت ناگوار گزری اور اس عورت کو بلا لیا۔اس عورت نے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ کو میرے کام سے کیا تعلق ہے؟ وہ کون ہوتا ہے؟

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہونے کے لیے چلی تو راستہ میں دردزہ میں گرفتار ہوگئی، گھر واپس آئی اور بچہ جنا، بچے نے پیدا ہوتے ہی دو چیخیں ماریں اور دم توڑ گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اصحاب نبی ﷺ سے اس بارے مشورہ لیا تو بعضوں نے مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے اوپر کچھ نہیں آتا، آپ تو والی اور مؤدب ہیں۔حضرت علی رضی اللہ عنہ خاموش تھے۔

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے قریب گئے جو خاموش بیٹھے تھے، پوچھا آپ کیا کہتے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان لوگوں نے اپنی جو رائے دی ہے تو غلط رائے دی ہے اور اگر آپ کی خواہش کے احترام میں کچھ کہا ہے تو انہوں نے آپ کے ساتھ خیر خواہی نہیں کی ہے۔میری رائے یہ ہے کہ اس کی دیت (خون بہا) آپ کے ذمہ ہے، کیونکہ آپ نے اس عورت کو گھبراہٹ میں مبتلا کیا تھا، وہ گھبرائی اور آپ کے پاس آتے ہوئے بچہ جنم دیا۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی دیت ادا کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اس کی دیت قریش کے لوگوں میں تقسیم کر دیں۔ (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سو (100) قصے ص:70)

۴۸۔جہاد کا زخم

لوگ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے عطیات وصول کرنے کے لیے جمع تھے، لوگوں کا ازدحام لگا ہوا تھا۔اس دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سر اٹھایا تو ایک آدمی پر نظر پڑی جو لوگوں کی صفوں سے آگے بڑھ رہا تھا اور اس کے چہرہ پر چوٹ کا نشان نظر آرہا تھا جس نے اس کی کھال کو چیر دیا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا یہ کیا ہوا ہے؟

اس نے بتایا کہ اسے ایک جہاد میں یہ زخم لگا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کو ایک ہزار کی رقم دو چنانچہ اس آدمی کو ایک ہزار کی رقم دے دی گئی۔پھر دوبارہ فرمایا اس کو ایک ہزار مزید دو، اس کو ایک ہزار مزید دے دیا گیا۔آپ رضی اللہ عنہ نے چار مرتبہ فرمایا، ہر مرتبہ اس کو ہزار کی رقم دی گئی، پھر اس آدمی کو کثرت عطا سے حیا آئی اور لوگوں کے مجمع سے نکلتا ہوا چلا گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے اس آدمی کے متعلق پوچھا کہ وہ کہاں گیا؟

بتایا گیا کہ ہم نے دیکھا کہ اس کو زیادہ دینے کی وجہ سے حیائی آئی اور وہ چلا گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا خدا کی قسم! اگر وہ یہاں رکتا تو میں اس کو دیتا رہتا حتی کہ کوئی درہم یا مال باقی نہ بچتا۔ اس آدمی کو اللہ کی راہ میں چوٹ آئی، سارا چہرہ زخمی ہوگیا۔ (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو (100) قصے۔ ص:71)

۴۹۔ مدد

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ بازاروں میں گشت کر کے لوگوں کی ضروریات معلوم کر رہے تھے کہ ایک نوجوان عورت ملی جس پر حاجت مندی کے آثار نمایاں تھے۔ حیاو شرم سے کہنے لگی اے امیر المؤمنین! میرے شوہر کی وفات ہوگئی ہے، اس نے چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے ہیں، خدا گواہ ہے ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے، مجھے ان بچوں کو ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہے اور میں خفاف بن ایماء الغازی کی بیٹی ہوں جو حدیبیہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ موجود تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ فرمایا قریبی نسب پر خوش آمدید، خوش آمدید! پھر اپنے گھر تشریف لے گئے جہاں ایک اونٹ بندھا ہوا تھا، اس پر دو بوریاں غلہ کی بھر کر لادیں، کپڑے اور ضروری سامان رکھا، پھر اس کی مہار اس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے فرمایا یہ لے جاؤ، یہ سامان ختم نہیں ہوگا تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ تمہیں خیر و بھلائی عطا فرمائیں۔

ایک آدمی نے جو اس عطا و بخشش کو دیکھ رہا تھا، کہا کہ اے امیر المؤمنین! آپ نے اس کو بہت زیادہ دے دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا تیرا ناس ہو! خدا کی قسم! میں اس عورت کے باپ اور بھائی کو دیکھتا تھا، ان دونوں نے ایک مدت تک قلعہ کا محاصرہ کر رکھا تھا، پھر اس کو فتح کیا اور ہم لوگ اس میں ان کے حصے غنیمت کے طور پر دینے لگے۔

(حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو (100) قصے۔ ص:72)

۵۰۔ قیدی چچا

ایک انصاری آدمی نے بدر کی لڑائی کے موقع پر حضرت عباس رضی اللہ عنہٗ کو قید کیا۔ انصار نے ان کے قتل کا ارادہ کرلیا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا آج رات مجھے اپنے چچا عباس کی وجہ سے نیند نہیں آئی۔ انصار کہتے ہیں کہ وہ اس کو قتل کریں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے عرض کیا کہ کیا میں ان کے پاس جاؤں؟

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ہاں۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ انصار کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ عباس کو چھوڑ دو۔ انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم! ہم اس کو نہیں چھوڑیں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے کہا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود یہ چاہتے ہوں تو؟

انہوں نے کہا کہ اگر حضور ﷺ کی رضا ہے تو لے جاؤ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس کو پکڑا، جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آ گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مسلمان ہو جاؤ خدا گواہ، اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو یہ بات مجھے اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ میرا باپ خطاب مسلمان ہو اور اس کا سبب صرف یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ تمہارے مسلمان ہونے کو پسند کرتے ہیں۔

(حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سو(100) قصّے۔ص:73)

۵۱۔ تحفظ

سنان بن سلمۃ الھذلی ایک دن نکلے، وہ ان دنوں غلام تھے، مدینہ کے چند لڑکوں کے ساتھ مل کر کھجور کے درختوں سے گری ہوئی کچی کھجوریں اٹھانے لگے۔ دریں اثناء کہ وہ اپنی جھولیوں میں کچی کھجوریں اکٹھی کر رہے تھے کہ اچانک ان کی نظر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ پر پڑی۔ تمام لڑکے ادھر اُدھر بھاگ گئے مگر سنان بن سلمہ اپنی جگہ پر کھڑے رہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین! یہ کھجوریں ہوا سے گری ہیں میں نے نہیں توڑیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر سنان کی جھولی پر پڑی تو فرمایا، تو سچ کہتا ہے۔

سنان نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ نے ان لڑکوں کو دیکھا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں۔

سنان نے کہا کہ جب آپ مجھے چھوڑ کر چلے جائیں گے تو یہ لڑکے مجھے پر دھاوا بول دیں گے اور میری ساری کھجوریں مجھ سے چھین لیں گے۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس غلام کے ساتھ ساتھ رہے، یہاں تک وہ غلام امن کی جگہ میں پہنچ گیا۔

(حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سو(100) قصّے۔ص:74)

۵۲۔ آخرت کی آزادی

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا اثنائے سفر ایک غلام کے پاس سے گزر ہوا جو بکریاں چرا رہا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ اے غلام! ایک بکری ہمیں بیچ دو۔

غلام نے کہا کہ یہ بکریاں میری نہیں ہیں، میرے مالک کی ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے آزمانے کے لیے کہا کہ اپنے مالک سے کہہ دینا کہ کوئی بھیڑیا اس کو کھا گیا۔

غلام نے جواب دیا کہ جب میں اپنے مالک سے یہ کہہ دوں کہ بھیڑیا اس کو کھا گیا تو قیامت کے دن اپنے رب سے کیا کہوں گا؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے، پھر اس کے مالک کے پاس گئے اور اس سے وہ غلام خرید کر آزاد کر دیا اور اس غلام سے فرمایا کہ میں نے تجھے اس دنیا میں اس بات پر آزادی دلائی کہ مجھے امید ہے کہ تو آخرت میں ان شاء اللہ مجھے آزادی دلائے گا۔

(حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سو(100) قصّے۔ص:73)

۵۳۔شب بیداری

معاویہ بن خدیج اسکندریہ کی فتح کی خوش خبری لے کر امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ کے پاس آئے تو دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ چت لیٹے ہیں۔

معاویہ کہنے لگے امیر المؤمنین سو رہے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ فوراً گھبرا کر اٹھے اور فرمایا کہ اے معاویہ! جب تم مسجد میں آئے تو تم نے کیا کہا؟

معاویہ نے کہا کہ میں نے کہا کہ امیر المؤمنین سو رہے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے کہا کہ تو نے برا گمان کیا۔ اگر میں دن کے وقت سو گیا تو رعایا کو برباد کروں گا اور اگر رات کو سو گیا تو اپنی ذات کو برباد کر دوں گا۔ اے معاویہ! بھلا اس کے باوجود نیند آسکتی ہے۔(حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو(100) قصّے۔ص:75)

۵۴۔شیر خوار بچہ

دربار فاروقی میں ایک باوقار نوجوان عورت گردنوں کو پھلانگتی ہوئی امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہٗ کے پاس پہنچی اور کپکپاتی ہوئی آواز میں کہنے لگی: مجھے ایک شیر خوار بچہ ملا تھا اس کے پاس ایک تھیلی تھی جس میں سو دینار تھے، میں نے ان دیناروں سے ایک مرضعہ (دودھ پلانے والی) اجرت پر رکھ لی اب چار عورتیں آتی ہیں اور اس بچہ کو چومتی ہیں، مجھے نہیں معلوم کہ ان میں سے کون سی عورت اس بچہ کی ماں ہے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے اس عورت سے کہا کہ جب وہ عورتیں آئیں تو مجھے بتا دینا، وہ عورت چلی گئی، جب وہ چار عورتیں آئیں تو اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کو پیغام بھیج دیا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ تشریف لائے تو ان عورتوں سے پوچھا کہ تم میں سے کون اس بچہ کی ماں ہے؟

ان میں سے ایک عورت نے کہا کہ اے عمر رضی اللہ عنہٗ! آپ نے اچھا سلوک نہیں کیا، آپ نے ایک ایسی عورت سے پردہ اٹھانے کا قصد کیا جس کی اللہ تعالیٰ نے پردہ پوشی کی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے حیا کرتے ہوئے فرمایا، تو نے سچ کہا، پھر آپ رضی اللہ عنہٗ نے اس عورت کو جس کے پاس وہ بچہ تھا، یہ فرمایا کہ جب یہ عورتیں تمہارے پاس آئیں تو تم نے مجھ سے کسی بات کا سوال نہیں کرنا، اور اس بچہ کی اچھی دیکھ بھال کرتی رہو، یہ فرما کر واپس تشریف لے گئے۔ (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو(100) قصے۔ص:76)

۵۵۔درویش صفت حاکم

حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہٗ کو حمص میں ایک سال کا عرصہ گزر گیا مگر انہوں نے امیر المؤمنین رضی اللہ عنہٗ کو نہ کوئی خط لکھا اور نہ مسلمانوں کے بیت المال میں کوئی درہم و دینار بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کے دل میں ان کے متعلق شک گزرا، چنانچہ آپ نے حضرت

عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ جب میرا یہ مکتوب تمہارے پاس پہنچے تو فوراً میرے پاس چلے آنا اور مسلمانوں کا مال فئ (بغیر جنگ کے حاصل ہونے والا مال غنیمت بھی ساتھ لیتے آنا۔

حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے خط پڑھ کر لپیٹا اور ایک تھیلا لیا، اس میں اپنا زادہ راہ ڈالا، اور ایک پیالہ اور وضو کا برتن ساتھ لیا اور اپنے ہاتھ میں اپنا نیزہ پکڑا اور پیادہ پا چلتے ہوئے مدینہ پہنچے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے اس حال میں پیش ہوئے کہ رنگ بدلا ہوا ہے، جسم لاغر اور کمزور ہے، سر کے بال پراگندہ ہیں اور سفر کی مشقت کے آثار نمایاں ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو پوچھا یہ تمہاری کیا حالت بنی ہوئی ہے؟

عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ میری کیا حالت دیکھتے ہیں؟ کیا آپ رضی اللہ عنہ مجھے تندرست بدن اور صاف ستھرا نہیں دیکھ رہے؟ میرے پاس دنیا کی دولت ہے جس کی گرانباری تلے دبا جا رہا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا اپنے ساتھ کیا لائے ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سمجھا کہ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ مال لائے ہوں گے۔

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میرے پاس ایک تھیلا ہے جس میں اپنا زاد راہ ڈالتا ہوں اور وضو کرنے اور پینے کے لیے ایک مشکیزہ ہے اور یہ میرا نیزہ ہے اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اگر دشمن سے مقابلہ ہو جائے تو اس کے ذریعہ لڑتا ہوں۔ خدا کی قسم! دنیا میرے سامان کے تابع ہے (یعنی میرے پاس بس یہی کچھ ہے)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا تم پیدل چل کر آئے؟

انہوں نے کہا کہ ہاں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا وہاں کوئی ایسا آدمی نہیں تھا جو تمھیں سواری کے لیے کوئی جانور دے دیتا؟

انہوں نے کہا کہ ان لوگوں نے ایسا کیا اور نہ میں نے ان سے سواری کے لیے کوئی جانور مانگا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا جن لوگوں کے پاس سے تم آئے ہو وہ برے مسلمان ہیں؟

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ! خدا سے ڈرو! اللہ تعالیٰ نے غیبت سے منع کیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا بیت المال کے لیے جو مال لائے ہو وہ کہاں ہے؟

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا میں تو کچھ بھی نہیں لایا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیوں؟

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب آپ نے مجھے وہاں بھیجا تو میں نے اس شہر میں پہنچ کر وہاں کے نیک لوگوں کو جمع کیا اور ان کو مال فئ جمع کرنے کا ذمہ دار بنا دیا، یہاں تک کہ جب انہوں نے مال جمع کر لیا تو میں نے وہ مال اس کی جگہ پر رکھ دیا، (یعنی ضرورت مندوں میں صرف کر دیا) اگر آپ اس سلسلہ میں سے لیتے ہیں تو میں آپ کو لا دوں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے کاتب (سیکرٹری) سے کہا کہ عمیر رضی اللہ عنہ کے لیے عہدہ کی تجدید کرد (یعنی ان کو دوبارہ عہدہ

سنبھالنے کو کہا) حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کہنے لگے نہیں نہیں، میں اس چیز کا طالب نہیں ہوں اور نہ آپ رضی اللہ عنہ کے لیے کام کروں گا اور نہ آپ رضی اللہ عنہ کے بعد کسی کا کام کروں گا اے امیر المؤمنین! ۔اس کے بعد حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے گھر جانے کی اجازت چاہی، آپ کا گھر مدینہ کے آس پاس ہی تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عمیر رضی اللہ عنہ کا امتحان لینا چاہا، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف ایک آدمی بھیجا اور اس کو فرمایا کہ تم عمیر رضی اللہ عنہ کے گھر بطور مہمان قیام کرو، اگر عمیر رضی اللہ عنہ کو ناز و نعمت میں دیکھو تو واپس چلے آنا (اور مجھے بتانا) اور اگر اس کو تنگ حالی میں پاؤ تو یہ سو دینار اس کو دے دینا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو سو دینار کی ایک تھیلی دے دی۔حارث نامی وہ شخص حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کے گھر تین روز تک بطور مہمان قیام کیا، اس دوران حضرت عمیر رضی اللہ عنہ ہر روز جو کا ایک ٹکڑا نکالتے تھے۔جب تیسرا دن ہوا تو حارث سے کہنے لگے تو نے تو ہمیں بھوکا مار دیا، اگر تم یہاں سے جاسکتے ہو تو چلے جاؤ۔اس وقت حارث نے دینار نکالے اور ان کے سامنے رکھ دیئے۔

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہ کیا ہے؟

حارث نے کہا کہ امیر المؤمنین نے آپ کے لیے بھیجے ہیں۔

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ دینار ان کو واپس کر دو، ان کو میرا سلام کہنا اور عرض کرنا کہ عمیر کو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔
حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کی بیوی ان دونوں کی گفتگو سن رہی تھی۔اس نے پکار کر کہا اے عمیر رضی اللہ عنہ یہ دینار لے لو اگر آپ کو ان کی ضرورت ہوئی تو خود خرچ کر لینا ورنہ ان دیناروں کو ان کی جگہ میں رکھ دینا۔یہاں ضرورت مند لوگوں کی کثیر تعداد موجود ہے۔

جب حارث نے عمیر رضی اللہ عنہ کی بیوی کی بات سنی تو وہ دینار حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کے سامنے پھینکے اور خود چلے آئے۔

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے وہ دینار لیے اور ان کو چھوٹی چھوٹی چند تھیلیوں میں ڈال دیا اور اس وقت تک نہیں سوئے جب تک کہ وہ تھیلیاں ضرورت مندوں میں تقسیم نہ کر دیں اور شہداء کی اولاد کو اس میں سے خصوصی طور پر دیا۔

حارث واپس مدینہ آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا اے حارث! تو نے کیا دیکھا؟

حارث نے بتایا کہ اے امیر المؤمنین! میں نے ان کو بڑی تنگ حالی میں دیکھا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا تو پھر کیا ان کو دینار دے دیئے؟

حارث نے کہا کہ جی ہاں، اے امیر المؤمنین!

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا انھوں نے ان دیناروں کا کیا کیا؟

حارث نے کہا کہ یہ تو مجھے معلوم نہیں، باقی میرا نہیں خیال کہ وہ اپنے لیے ایک درہم بھی رکھیں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ جونہی یہ میرا خط تم تک پہنچے تو فوراً میرے پاس چلے آنا۔جب مکتوب گرامی پہنچا تو حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے مدینہ کے لیے رخت سفر باندھا۔مدینہ پہنچ کر امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا پرتپاک استقبال کیا۔ ان کو مرحبا کہا اور اپنے ساتھ بٹھایا۔ پھر پوچھا اے عمیر رضی اللہ عنہٗ! ان دیناروں کا تم نے کیا کیا؟

عمیر رضی اللہ عنہٗ نے جواب دیا کہ میں نے جو کرنا تھا کیا، آپ کیوں سوال کرتے ہیں؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے کہا کہ میں تجھے قسم دے کر پوچھتا ہوں، بتاؤ تم نے ان دیناروں کا کیا کیا؟

حضرت عمیر رضی اللہ عنہٗ نے جواب دیا کہ میں نے ان کو اپنے لیے ذخیرہ کر لیا ہے تاکہ میں ان سے اس دن انتفاع کروں جس دن نہ مال نفع دے گا اور نہ اولاد (یہ سنتے ہی) حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ آپ رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا اللہ تجھ پر رحم کرے۔

پھر حضرت عمیر رضی اللہ عنہٗ کے لیے غلے اور دو کپڑوں کا حکم دیا۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہٗ نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! غلہ کی تو مجھے ضرورت نہیں، کیونکہ میں اپنے گھر میں دو صاع جو کے چھوڑ کر آیا ہوں، فراخی رزق تک ہم اس کو کھاتے رہیں گے ہاں البتہ یہ کپڑے لے لیتا ہوں، کیونکہ فلاں کی ماں (مراد ان کی بیوی) کے کپڑے کافی پرانے اور بوسیدہ ہو گئے ہیں کہ اس کے برہنہ ہونے کا خطرہ ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد جب حضرت عمیر کا انتقال ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کو ان کی وفات پر بے حد رنج و غم ہوا۔ اظہار حسرت کرتے ہوئے فرمایا کاش! میرے پاس عمیر بن سعد رضی اللہ عنہٗ جیسے آدمی ہوتے میں ان سے مسلمانوں کے انتظامی معاملات میں معاونت لیتا۔

(حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو (100) قصّے۔ص:76)

۵۶۔ اسراف

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہٗ کے پاس آئے، دیکھا کہ ان کے سامنے گوشت رکھا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہٗ نے پوچھا یہ گوشت کیسا ہے؟

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہٗ نے کہا کہ گوشت کھانے کو میرا جی چاہا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے ڈانٹتے ہوئے فرمایا کہ جس چیز کو بھی تمہارا جی چاہے گا وہی کھاؤ گے؟ کسی شخص کے اسراف والا عمل کرنے کے لیے یہی کافی ہے کہ اس کو جو چیز بھی مرغوب ہو کھا لے۔ (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو (100) قصّے۔ص:80)

۵۷۔ شراب نوش

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کی ایک سوار آدمی پر نظر پڑی جو تیزی سے چلا آ رہا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہٗ نے (دل میں) کہا کہ میرا خیال ہے کہ یہ ہمیں تلاش کرتا ہے۔ اتنے میں وہ آدمی آیا تو دیکھا کہ وہ رو رہا ہے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تمہیں کیا ہوا ہے؟ اگر مقروض ہو تو ہم تمہاری اعانت کر دیتے ہیں اور اگر کسی سے خوف زدہ ہو تو ہم پناہ دیئے دیتے ہیں، لیکن اگر تو کسی شخص کو قتل کر کے آیا ہے تو پھر تجھے بدلہ میں قتل کیا جائے گا اور اگر تو ان لوگوں کے ساتھ رہنا پسند نہیں کرتا تو ہم تجھے کسی اور علاقہ میں منتقل کر دیتے ہیں۔

اس آدمی نے کہا کہ میں نے شراب نوشی کی، میں بنو تمیم کا ایک فرد ہوں اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے مجھے کوڑے لگائے ہیں، میرا منہ کالا کر کے لوگوں میں پھرایا ہے اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا ہے کہ وہ اس آدمی کے ساتھ نہ کھائیں اور نہ بیٹھیں۔ میرے دل میں آیا کہ تین کاموں میں سے ایک کام کر گزروں، یا تو تلوار کا انتظام کر کے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی خبر لوں اور ان کو اس تلوار سے ماروں یا آپ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہو جاؤں اور آپ مجھے شام بھیج دیں کیونکہ شام کے لوگ مجھے نہیں پہنچانتے اور یا پھر میں دشمنوں کے پاس چلا جاؤں اور ان کے ساتھ شامل ہو کر کھاؤں اور پیوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے تمہارے اس عمل سے خوشی نہیں ہوئی، میں خود زمانہ جاہلیت میں حرمت سے قبل تمام لوگوں سے زیادہ پیتا تھا، اور یہ زنا کی طرح نہیں ہے۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو لکھا اگر تم نے یہ حرکت دوبارہ کی تو میں تمہارا منہ ضرور کالا کروں گا اور لوگوں میں چکر لگاؤں گا، اگر تمہیں میری بات کا حق ہونا معلوم ہو گیا ہے تو لوگوں کو حکم دو کہ وہ اس آدمی کے ساتھ نہیں بیٹھیں اور اس کے ساتھ کھائیں پئیں۔ اگر یہ آدمی توبہ تائب ہو جائے تو اس کی شہادت کو قبول کرو۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آدمی کو اٹھایا اور اس کو دو سو درہم دیئے۔ (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سو (100) قصے۔ ص:80)

۵۸۔ دودھ میں پانی

ایک رات حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ لوگوں کے حالات کا جائزہ لے رہے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ کو تھکاوٹ محسوس ہوئی تو کسی گھر کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا لی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سنا کہ ایک عورت اپنی بیٹی سے کہہ رہی ہے کہ بیٹی! جاؤ اٹھو اور دودھ میں پانی ملا دو۔

بیٹی نے کہا اماں! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس سے منع کیا ہے۔

اس کی ماں نے کہا اے بیٹی! جاؤ دودھ میں پانی ملا دو عمر رضی اللہ عنہ تو ہمیں نہیں دیکھ رہا ہے۔

لڑکی نے جواب دیا کہ اماں! اگر عمر رضی اللہ عنہ ہمیں نہیں دیکھ رہا تو عمر رضی اللہ عنہ کا رب تو ہمیں دیکھ رہا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس نیک لڑکی کی بات بہت پسند آئی، اپنے غلام اسلم کو جو اس وقت ان کے ہمراہ تھے، فرمایا اے اسلم! اس دروازہ کی شناخت رکھنا اور یہ جگہ بھی یاد رکھنا۔ پھر وہ دونوں آگے چل دیئے۔ جب صبح ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے اسلم! وہاں جاؤ اور معلوم کرو کہ وہ کہنے والی لڑکی کون ہے؟ اور اس نے کس عورت کو جواب دیا اور کیا ان کے ہاں کوئی مرد ہے؟

اسلم معلومات لے کر واپس آیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس نے بتایا کہ وہ لڑکی کنواری، غیر شادہ شدہ ہے اور وہ اس کی ماں ہے اور ان کے ہاں کوئی مرد نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بچوں کو بلایا اور ان کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ پھر فرمایا کیا تم میں سے کسی کو عورت کی حاجت ہے تو میں اس کی شادی کر دوں؟ اور اگر تمہارے باپ میں عورتوں کے پاس جانے کی طاقت ہوتی تو تم میں سے کوئی بھی اس لڑکی سے نکاح کرنے میں مجھ پر سبقت نہ لے جاتا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میری تو بیوی ہے۔ حضرت عبدالرحمن نے کہا کہ میری بھی بیوی ہے۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے

کہا کہ ابا جان! میری بیوی نہیں ہے آپ میری شادی کر دیں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے اس لڑکی کو پیغام نکاح بھیجا اور (اسے بیٹے) عاصم سے اس کی شادی کر دی۔ عاصم کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی جو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کی والدہ بنیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز بن مروان کے سب سے زیادہ عادل حکمران اور پانچویں خلیفہ راشد تھے۔ (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو (100) قصّے۔ص:81)

۵۹۔ پرورش

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہٗ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے ہمراہ مدینہ کے کسی راستہ میں چلے جا رہے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہٗ کو ایک چھوٹی بچی نظر آئی جس کا حال یہ تھا کہ کپڑے اس کے پھٹے ہوئے تھے، سر کے بال بکھرے ہوئے اور پراگندہ تھے، بھوک اور کمزوری کی وجہ سے کبھی کھڑی ہوئی اور کبھی گر جاتی یہ حالت دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے کہا ہائے! یہ کتنی محتاج ہے۔ تم میں سے کوئی اس کو پہچانتا ہے؟

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا جو اپنے والد محترم کے برابر ہی کھڑے تھے، عرض کیا امیر المؤمنین! آپ اس بچی کو پہچانتے نہیں ہیں؟

آپ رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ نہیں، کون ہے یہ؟

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہٗ نے کہا کہ یہ آپ رضی اللہ عنہٗ کی ایک بیٹی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ میری کون سی بیٹی ہے؟

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہٗ نے کہا کہ یہ فلاں ہے، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے غصہ سے کہا کہ یہ میں اس کی کیا حالت دیکھ رہا ہوں؟

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہٗ نے کہا کہ یہ آپ کے (مال) نہ دینے کی وجہ سے ہے جو آپ رضی اللہ عنہ کے پاس ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ میرا نہ دینا تجھے کیوں مانع ہوا کہ تم بھی اپنی بیٹیوں کے لیے وہ کماتے جو طاقتور اپنی بیٹیوں کے لیے کماتے ہیں! خدا کی قسم! مسلمانوں کے مال میں تمہارا جو مقررہ حصہ ہے اس کے سوا تیرے لیے میرے پاس کچھ نہیں ہے خواہ وہ تجھے کافی ہو یا نا کافی۔ میرے اور تمہارے درمیان یہ کتاب اللہ فیصل ہے۔ (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو (100) قصّے۔ص:82)

۶۰۔ اشرفیوں کی تھیلی

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہٗ کے پاس کہیں سے مال آیا تو آپ نے چار سو دینار لے کر ایک تھیلی میں ڈالے اور اپنے غلام سے کہا یہ تھیلی ابو عبیدہ بن الجراح کو دے آؤ، پھر کچھ دیر گھر میں رہ کر دیکھنا کہ وہ ان اشرفیوں کا کیا کرتے ہیں؟

غلام وہ تھیلی لے کر ان کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ امیر المؤمنین آپ سے فرما رہے ہیں کہ ان اشرفیوں کو اپنی ضروریات میں صرف کر لیں۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہٗ نے کہا اللہ تعالیٰ ان پر اپنا فضل فرمائے اور ان پر اپنی رحمت فرمائے۔ پھر خادمہ کو آواز دی، وہ آئی تو اس کو فرمایا یہ پانچ اشرفیاں فلاں کو دے دو، اور یہ پانچ فلاں کو دے دو۔ حتیٰ کہ انہوں نے اس طرح ان تمام اشرفیوں کو ختم کر دیا۔ غلام حضرت

عمر رضی اللہ عنہٗ کے پاس واپس آیا اور ان کو سارا واقعہ بتایا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے اسی طرح کی ایک تھیلی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے لیے بھی تیار کی ہوئی تھی وہ غلام کو دی اور کہا یہ تھیلی معاذ رضی اللہ عنہٗ کو دے آؤ اور گھر میں تھوڑی دیر ٹھہر کر دیکھنا کہ وہ ان اشرفیوں کا کیا کرتے ہیں؟

غلام وہ تھیلی لے کر حضرت معاذ رضی اللہ عنہٗ کے پاس گیا اور جا کر کہا کہ امیر المؤمنین آپ سے فرمارہے ہیں کہ یہ اشرفیاں ہیں، ان کو اپنی ضروریات میں صرف کرلو۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحم وفضل فرمائے۔ پھر خادمہ کو بلایا اور فرمایا کہ اتنے دینار فلاں کے گھر دے آؤ اور اتنے دینار فلاں کے گھر دے آؤ۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہٗ کی بیوی کو پتہ چلا تو کہنے لگی خدا کی قسم! ہم بھی محتاج ہیں، ہمیں بھی دو۔ تھیلی میں صرف دو دینار رہ گئے تھے حضرت معاذ رضی اللہ عنہٗ نے وہ دو دینار ان کو دے دیئے۔

غلام حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کے پاس واپس آیا اور آپ رضی اللہ عنہٗ کو سارا واقعہ کہہ سنایا۔ غلام نے پھر دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے اسی طرح کی ایک اور تھیلی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہٗ کے لیے تیار کر رکھی ہے۔ پس حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہٗ نے بھی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہٗ جیسا کام کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت مسرور ہوئے اور فرمایا کہ یہ سب ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔

(حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو (100) قصّے۔ ص:86)

۶۱۔ خدام کی رعایت

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہٗ حج کے ارادہ سے مکہ آئے تو صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہٗ نے آپ کے لیے کھانا تیار کیا۔ جب کھانا تیار ہوگیا تو حضرت صفوان رضی اللہ عنہٗ ایک بہت بڑے برتن میں ڈال کر لائے، وہ اتنا بڑا تھا کہ چار مضبوط آدمی ہی اس کو اٹھا سکتے تھے۔ کھانا لوگوں کے سامنے رکھ دیا، لوگ کھانے لگے اور خادم کھڑے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے تعجب کرتے ہوئے فرمایا، کیا بات ہے، تمہارے خادم تمہارے ساتھ نہیں کھا رہے ہیں، کیا تم ان سے اعراض کرتے ہو؟ سفیان بن عبداللہ نے کہا امیر المؤمنین بخدا! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہاں البتہ ہم خود کو ان پر ترجیح دیتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کو غصہ آگیا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایسی قوم کا ستیاناس کرے جو خود کو خادموں پر ترجیح دیتے ہیں۔ پھر خادموں سے فرمایا بیٹھو اور کھاؤ۔ چنانچہ خدام بھی بیٹھ گئے اور امیر المؤمنین رضی اللہ عنہٗ کے ساتھ کھانے لگے۔

(حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو (100) قصّے۔ ص:93)

۶۲۔ جو خود کھاتے ہو

آذربائیجان میں عتبہ بن فرقد کی خدمت میں ایک کھانا پیش کیا گیا جس کو خبیص کہتے تھے جو کھجور اور گھی سے تیار کیا جاتا ہے۔ جب انہوں نے کھایا تو بڑا شیریں اور خوش ذائقہ محسوس ہوا۔ فرمانے لگے کہ خدا کی قسم! ہم ایسا کھانا امیر المؤمنین کے لیے بھی ضرور تیار کریں گے۔ چنانچہ

انہوں نے اس کھانے کے دو بڑے برتن تیار کیے اور دو آدمیوں کے ہاتھ، ایک اونٹ پر رکھوا کر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیئے۔ جب وہ آدمی برتن لے کر بارگاہِ خلافت میں حاضر ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان برتنوں کو کھولا تو دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے؟

قاصدوں نے بتایا کہ یہ خبیص ہے۔ امیر المؤمنین نے اس کو چکھا تو بڑا شیریں اور خوش ذائقہ محسوس ہوا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان قاصدوں کی طرف نظر التفات کرتے ہوئے پوچھا کیا وہاں کے تمام مسلمان یہ کھانا کھاتے ہیں؟

قاصدوں نے نفی میں جواب دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو حکم دیا کہ یہ برتن واپس لے جاؤ اور عقبہ بن فرقد کو لکھا کہ یہ کھانا نہ تیرے باپ کی محنت و کمائی کا ہے اور نہ تیری ماں کی کمائی کا ہے۔ تمام مسلمانوں کو وہی کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو۔ (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سو (100) قصے۔ ص:94)

۶۳۔ سب و شتم

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے درمیان تیز کلامی ہوگئی۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے ان کے والد محترم فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے شکایت کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نذر مانی کہ وہ ان کی زبان ضرور کاٹیں گے۔ جب ابن عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے والد محترم کی طرف سے اس کا اندیشہ ہوا تو انہوں نے چند صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو جمع کر کے ان سے بات چیت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو معافی دے دیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اس کی زبان کاٹ لینے دو تا کہ میرے بعد یہ قابل عمل سنت بن جائے کہ جو شخص بھی کسی صحابی رسول کو سب و شتم کرتا پایا گیا اس کی زبان کاٹ دی جائے گی۔ (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سو (100) قصے۔ ص:95)

۶۴۔ زیادہ حق دار

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی عورتوں میں چند کپڑے تقسیم کیے تو ایک عمدہ کپڑا بچ گیا۔ کسی حاضر مجلس نے کہا یہ کپڑا آپ رسول اللہ ﷺ کی اس صاحبزادی کو دے دیجیے جو آپ کے پاس ہے۔ ان کی مراد ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما زوجہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھی لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ باقی مسلمانوں کو چھوڑ کر اپنے گھر والوں کے ساتھ خصوصی امتیاز نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ام سلیط اس کی زیادہ حق دار ہے کیونکہ وہ ان عورتوں میں سے ہے جنہوں نے رسول کریم ﷺ سے بیعت کی تھی اور وہ احد کی لڑائی میں ہمارے پیاسوں کو پانی پلانے کے لیے مشکیزے اٹھاتی تھیں۔ (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سو (100) قصے۔ ص:95)

۶۵۔ قرابتی تعلق

امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی چچا زاد بہن شفاء بنت عبد اللہ العدویہ رضی اللہ عنہا کو پیغام بھیجا کہ تم کل صبح میرے پاس آجاؤ۔ چنانچہ شفاء بنت عبداللہ رضی اللہ عنہ صبح کے وقت پہنچیں تو دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر عاتکہ بنت اسید بن ابی العیص رضی اللہ عنہا بھی بیٹھی ہیں، وہ دونوں اندر گئیں۔ دونوں کے درمیان تھوڑی دیر گفتگو ہوتی رہی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک اعلی

کپڑا منگوایا اور عاتکہ بنت اسید رضی اللہ عنہا کو دیا پھر اس سے کم درجہ کا کپڑا منگوایا اور شفاء بنت عبد اللہ عدویہ رضی اللہ عنہا کو عنایت فرمایا۔ شفاء رضی اللہ عنہا کہنے لگیں اے عمر رضی اللہ عنہٗ! میں ان سے قدیم الاسلام بھی ہوں، میں آپ رضی اللہ عنہٗ کی چچازاد بہن بھی ہوں اور آپ نے تو مجھے بلا بھیجا ہے اور یہ تو از خود آئی ہیں پھر آپ نے ایسا کیوں کیا؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ میں نے یہ کپڑا تمہارے لیے ہی اٹھا رکھا تھا، مگر جب تم دونوں آ گئیں تو مجھے یاد آیا کہ اس (عاتکہ رضی اللہ عنہا) کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تجھ سے زیادہ قرابتی تعلق ہے۔ (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو (100) قصے۔ ص: 96)

۶۶۔ کتاب اللہ کا علم

ایک آدمی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ کے در پر پڑا رہتا تھا تا کہ کچھ مال و طعام حاصل ہو۔ ایک دن حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہٗ نے اس سے فرمایا جاؤ اور کتاب اللہ کا علم حاصل کرو۔ وہ آدمی چلا گیا اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کے در پر آنے کا سلسلہ ختم کر دیا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد جب ملاقات ہوئی تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہٗ نے تعلق کے انقطاع پر ناراضگی کا اظہار کیا تو اس نے کہا کہ میں نے کتاب اللہ سے وہ کچھ پایا ہے جس نے مجھے عمر رضی اللہ عنہٗ کے در پر آنے سے مستغنی کر دیا۔

(حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو (100) قصے۔ ص: 97)

۶۷۔ قبر سے آنے والی آواز

ایک دن امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہٗ جنت البقیع جو اہل مدینہ کا گورستان ہے، کے پاس سے گزرے فرمایا اے قبر والو! اسلام علیکم! ہمارے پاس جو خبریں ہیں وہ یہ ہیں تمہاری بیویوں نے اور نکاح کر لیے تمہارے گھروں میں دوسرے لوگ رہائش پذیر ہوئے اور تمہارے مال تقسیم ہو گئے۔ ہاتف غیبی سے جواب آیا، ہمارے پاس جو خبریں ہیں وہ یہ ہیں جو اعمال ہم نے آگے بھیجے تھے وہ ہم نے پا لیے اور جو کچھ خرچ کیا تھا اس کا نفع مل گیا اور جو کچھ ہم چھوڑ آئے تھے اس کا ہمیں خسارہ ہوا۔

(حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو (100) قصے۔ ص: 97)

۶۸۔ کٹا ہوا ہاتھ

یمامہ کی خون ریز لڑائی میں حضرت طفیل بن عمر الدوسی رضی اللہ عنہٗ نے جام شہادت نوش کیا اور ان کے بیٹے عمرو بن طفیل رضی اللہ عنہٗ کے ہاتھ مقطوع ہو گئے۔ ایک دن حضرت عمرو بن طفیل رضی اللہ عنہٗ فاروق اعظم رضی اللہ عنہٗ کے پاس بیٹھے تھے کہ کھانا لایا گیا۔ عمرو بن طفیل رضی اللہ عنہٗ ایک طرف کو ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ شاید تم اپنے اس ہاتھ کی وجہ سے یکطرف ہوئے ہو؟

عمرو بن طفیل رضی اللہ عنہٗ نے عرض کیا کہ جی ہاں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ بخدا میں کھانا اس وقت تک نہیں چکھوں گا جب تک کہ تم اپنا ہاتھ اس میں نہیں ڈالو گے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر فاروق اعظم رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا خدا کی قسم! تیرے سوا لوگوں میں اور کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس کے بعض اعضاء

(ہاتھ) جنت میں پہنچ چکے ہوں۔اس کے بعد عمرو بن طفیل رضی اللہ عنہ یرموک کی لڑائی میں شریک ہوئے اور رتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔

(حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سو (100) قصّے۔ص:97)

۶۹۔مسلمان کے مثل درخت

ایک دن حضور نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ رضوان اللہ علیھم کے ساتھ باتیں کر رہے تھے کہ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ درختوں میں سے ایک ایسا درخت ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور وہ مسلمان کے مثل ہے، بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟

لوگ جنگل کے درختوں میں پڑے سوچنے لگے، جب کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس درخت کو جانتے تھے۔مگر انہوں نے صغرسنی اور نوعمری کے سبب جواب نہیں دیا۔لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ ہی ہمیں بتادیجیے۔نبی کریم ﷺ فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی سے کہا کہ میرے دل میں اس کا جواب آگیا تھا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم جواب دے دیتے تو مجھے یہ اس بات سے زیادہ محبوب ہوتا کہ میرے لیے مالِ کثیر ہوا۔

(حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سو (100) قصّے۔ص:99)

۷۰۔کھجور کا درخت

شاہ روم کے قاصد نے عرض کیا امیر المؤمنین! یہ شاہِ روم کی طرف سے مراسلہ ہے۔امیر المؤمنین نے وہ خط کھولا اور اس کو پڑھنا شروع کیا۔امابعد۔۔میرے قاصدوں نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ آپ کی طرف کوئی درخت ہے جو زمین سے ہاتھی کے کانوں کی مانند نکلتا ہے۔پھر اس کی روئیدگی سفید موتی کی مانند ظاہر ہوتی ہے، پھر وہ سبز ہوتا ہے تو سبز رنگ کے زمرد کی مانند ہو جاتا ہے، پھر سرخ ہو کر یاقوت کی مانند ہو جاتا ہے، پھر کھانے کے قابل ہوتا ہے تو خوش ذائقہ فالودہ کی مانند ہو جاتا ہے جو پھر کھایا جاتا ہے۔پھر جب خشک ہو کر توڑنے کے قابل ہوتا ہے تو مقیم کے لیے ذریعہ حفاظت اور مسافر کے لیے زادِ راہ بن جاتا ہے۔اگر میرے قاصد اپنی بات میں سچے ہیں اور انہوں نے مجھے سچی خبر دی ہے تو وہ بلاشبہ جنت کا ہی درخت ہوگا۔

اس مراسلہ کو پڑھنے کے بعد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جوابی خط لکھا۔جس کے الفاظ یہ ہیں:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔اللہ کے بندے عمر امیر المؤمنین کی طرف سے شاہ روم، قیصر کے نام: السلام علی من اتبع الھدی۔ اما بعد آپ کے قاصدوں نے آپ کو سچی خبر دی ہے اور وہ درخت وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مریم علیہا السلام کے لیے ان کی زچگی کے وقت پیدا فرمایا تھا۔پس تم خدا کا خوف کرو اور اللہ تعالیٰ کے سوا عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا معبود نہ بناؤ۔"

(حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سو (100) قصّے۔ص:99)

بحوالہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سو (100) قصّے۔مؤلف: شیخ محمد صدیق منشاوی۔مترجم: مولانا خالد محمود
ناشر: بیت العلوم۔پرانی انارکلی۔لاہور۔ kitabosunnat.com

۷۱۔عیادت کی برکت

حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ میں اپنی خالہ اروٰی بنت عبدالمطلب کے پاس ان کی بیمار پرسی کے لئے گیا۔کچھ دیر بعد حضور ﷺ وہاں تشریف لے آئے میں آپ کو غور سے دیکھنے لگا اور آپ کی نبوت کا تھوڑا بہت تذکرہ ان دنوں ہو چکا تھا۔آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے عثمان!تمہیں کیا ہوا (مجھے غور سے دیکھ رہے ہو) میں نے عرض کیا کہ میں اس بات پر حیران ہوں کہ آپ کا ہمارے میں بڑا مرتبہ ہے اور پھر آپ کے بارے میں ایسی باتیں کہی جا رہی ہیں ۔اس پر آپ ﷺ نے فرمایالا الہ الا اللہ۔اللہ گواہ ہے۔

میں یہ سن کر کانپ گیا۔پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی

وفی السماء رزقکم وما توعدون فورب السماء ولارض انه لحق مثل ما انکم تنطقون○

(الذریت ۲۳۔۲۲)

اور آسمان میں ہے روزی تمہاری اور جو تم سے وعدہ کیا گیا سو قسم ہے رب آسمان اور زمین کی،کہ یہ بات تحقیق ہے جیسے کہ تم بولتے ہو۔

پھر حضور ﷺ کھڑے ہوئے اور باہر تشریف لے گئے میں بھی آپ کے پیچھے چل دیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوا۔

(حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو(100) قصّے ۔ص:27)

۷۲۔صعوبت

جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہٗ مسلمان ہوئے تو ان کو ان کے چچا حکم بن ابو العاص بن امیہ نے پکڑ کر رسی میں مضبوطی سے باندھ دیا اور کہا کہ تم اپنے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ کر ایک نئے دین کو اختیار کرتے ہو؟اور اللہ کی قسم!جب تک تم اس دین کو نہیں چھوڑ و گے میں اس وقت تک تمہیں بالکل نہیں کھولوں گا۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا اللہ کی قسم!میں اس دین کو کبھی نہیں چھوڑوں گا۔جب حکم نے دیکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ اپنے دین پر بڑے پکے ہیں تو ان کو چھوڑ دیا۔

(حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو(100) قصّے ۔ص:28)

۷۳۔نصیحت چاہنا

خلافت کی بیعت کے بعد امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہٗ کو بلوایا جب وہ تشریف لائے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ نے ان سے فرمایا مجھے آپ کی نصیحت کی آج سخت ضرورت ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا آپ مندرجہ ذیل پانچ باتوں پر سختی کے ساتھ عمل کریں تو قوم آپ کی کبھی مخالفت نہیں کرے گی۔

آپ رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا وہ کیا ہیں؟

حضرت عباس رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا(۱)قتل سے صبر کرنا(۲)لوگوں سے محبت کرنا(۳)لوگوں سے درگزر کا معاملہ کرنا(۴)نرمی اختیار کرنا(۵)راز کو پوشیدہ رکھنا۔

(حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو(100) قصّے ۔ص:29)

۷۴۔کبوتر بازی

مدینہ منورہ میں جب دنیاوی خوشحالی آئی اور لوگوں کے پاس دولت کی فراوانی ہوئی تو دولت مندی انتہاء تک پہنچی تو وہاں سب سے پہلے جو برائی رونما ہوئی تو وہ کبوتروں کو اڑانا اور مختلف چیزوں کی نشانہ بازی تھی۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ نے لوگوں کی اس بے راہ روی کو روکنے کی خاطر اپنی خلافت کے آٹھویں سال قبیلہ لیث کے ایک شخص کو مقرر کیا کہ وہ ان کبوتروں کے پر کاٹے اور نشانہ بازی کے مراکز کو ختم کرے۔ (حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو(100) قصّے۔ص:35)(تاریخ طبری جلد:3۔ص:406)

۷۵۔اجتماعی ضرورت

حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہٗ سے فرمایا جاؤ اور لوگوں کے قاضی بن جاؤ،ان میں فیصلے کیا کرو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہٗ نے عرض کیا اے امیر المؤمنین! کیا آپ مجھے اس سے معاف رکھیں گے؟

حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا نہیں۔میں تمہیں قسم دیتا ہوں تم جا کر لوگوں کے قاضی ضرور بنو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہٗ نے عرض کیا آپ جلدی نہ کریں،کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ نہیں سنا کہ جس نے اللہ کی پناہ چاہی وہ بہت بڑی پناہ میں آ گیا۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا ہاں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہٗ نے عرض کیا میں قاضی بننے سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا تم قاضی کیوں نہیں بنتے ہو؟ حالانکہ تمہارے والد تو قاضی تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہٗ نے عرض کیا میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو قاضی بنا اور پھر نہ جاننے کی وجہ سے غلط فیصلہ کر دیا تو وہ دوزخی ہے اور قاضی عالم ہو اور حق وانصاف کا فیصلہ کرے وہ بھی یہ چاہے گا کہ وہ اللہ کے ہاں جا کر برابر سرابر چھوٹ جائے اب اس حدیث کے سننے کے بعد بھی میں قاضی بننے کی اُمید کر سکتا ہوں؟

اس بات پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ نے ان کے عذر کو قبول کر لیا اور ان سے فرمایا کہ تم کو تو معاف کر دیا لیکن تم کسی اور کو یہ بات نہ بتانا ورنہ اگر سارے ہی انکار کرنے لگ گئے تو پھر مسلمانوں میں قاضی کون بنے گا؟ یہ اجتماعی ضرورت کیسے پوری ہو گی؟

(حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو(100) قصّے۔ص:36)

۷۶۔استصواب رائے

ایک مرتبہ سفر حج کے دوران ایک شخص نے پرندہ کا گوشت پیش کیا جو شکار کیا گیا تھا۔جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کھانے کے لیے بیٹھے تو شبہ ہوا کہ حالت احرام میں اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ بھی ہمسفر تھے۔ان سے استصواب کیا انہوں نے عدم جواز کا فتویٰ دیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسی وقت کھانے سے ہاتھ روک لیا۔

(حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو(100) قصّے۔ص:36)

۷۷۔تبلیغ دین

نائب رسول ﷺ کا سب سے اہم فرض دین کی خدمت اور اس کی اشاعت و تبلیغ ہے۔اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس فرض کے انجام دینے کا ہر لحظہ خیال رہتا تھا۔چنانچہ جہاد میں جو قیدی گرفتار ہو کر آتے تھے اُن کے سامنے خود اسلام کے محاسن بیان کر کے ان کو دین متین کی طرف دعوت دیتے تھے۔لہٰذا ایک مرتبہ بہت سی رومی لونڈیاں گرفتار ہو کر آئیں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خود اُن کے پاس جا کر تبلیغ اسلام کا فرض انجام دیا۔چنانچہ دو عوتوں نے متاثر ہو کر کلمہ توحید کا اقرار کیا اور دل سے مسلمان ہوئیں۔

(حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سو (100) قصے۔ص:37)

۷۸۔فقاہت

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مکہ تشریف لے گئے اور اپنی چادر ایک شخص پر جو خانہ کعبہ میں کھڑا ہوا تھا ڈال دی۔اتفاق سے اس پر ایک کبوتر بیٹھ گیا۔انہوں نے اس خیال سے کہ چادر کو اپنی بیٹ سے گندہ نہ کر دے اس کو اڑا دیا۔کبوتر اڑ کر دوسری جگہ جا بیٹھا۔وہاں اس کو ایک سانپ نے کاٹ لیا اور وہ اسی وقت مر گیا۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ مسئلہ پیش ہوا تو انہوں نے کفارہ کا فتویٰ دیا کیونکہ وہ اس کبوتر کو ایک محفوظ مقام سے غیر محفوظ مقام میں پہنچانے کا باعث ہوئے تھے۔

(حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سو (100) قصے۔ص:37)(مسند شافعی ص:79)

۷۹۔حب رسول ﷺ

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ کے موقع پر مکہ تشریف لے گئے تو قریش نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہم محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیں گے۔البتہ تم چاہو تو عمرہ کرلو۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میرے آقا ﷺ تو عمرہ نہ کریں اور میں کرلوں۔

ادھر حدیبیہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ کے نبی ﷺ سے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ عثمان کس قدر خوش قسمت ہیں کہ سب سے پہلے حرم کعبہ کا طواف کر رہے ہوں گے۔

ارشادِ نبوی ﷺ ہوا نہیں جب تک میں طواف نہ کرلوں عثمان بھی نہیں کریں گے۔

(حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سو (100) قصے۔ص:40)

۸۰۔سرحد کی حفاظت

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابوصالح کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا اے لوگو! میں نے حضور اقدس ﷺ سے ایک حدیث سنی تھی۔لیکن اب تک آپ لوگوں سے چھپا رکھی تھی تاکہ اس حدیث میں اللہ کے راستے میں جانے کی زبردست فضلیت کو سن کر آپ لوگ مجھے چھوڑ کر چلے نہ جائیں۔لیکن اب میرا یہ خیال ہوا کہ وہ حدیث آپ لوگوں کو سنا

دوں تا کہ ہر آدمی اپنے لیے اسے اختیار کرے جو اسے مناسب معلوم ہو (میرے پاس مدینہ رہنا یا اللہ کے راستہ میں مدینہ سے چلے جانا)۔
میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ کے راستہ میں ایک دن سرحد کی حفاظت کیلئے پہرہ دینا اور جگہوں کے ہزار دن سے بہتر ہے۔(حیاۃ الصحابہ جلد اول ۔ص:563 بحوالہ مسند احمد جلد اول ۔ص:65)

(حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو (100) قصّے ۔ص:42)

۸۱۔اہل بیت کی تعظیم

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے جو بہت سے نئے قانون بنائے ان میں سے ایک قانون یہ تھا کہ ایک آدمی نے ایک جھگڑے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہٗ کے ساتھ حقارت آمیز معاملہ کیا۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ نے اس کی پٹائی کی ۔کسی نے اس پر اعتراض کیا تو اس سے فرمایا کیا یہ ہوسکتا ہے کہ حضور ﷺ تو اپنے چچا کی تعظیم فرمائیں اور میں انکی تحقیر کی اجازت دے دوں؟
اس آدمی کی اس گستاخی کو جو اچھا سمجھ رہا ہے وہ بھی حضور ﷺ کی مخالفت کر رہا ہے ۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ کے اس نئے قانون کو تمام صحابہ رضی اللہ عنہ نے بہت پسند کیا۔ (حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو (100) قصّے ۔ص:42)

۸۲۔شیطانی وسواس

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ کے پاس سے گزرے ۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب نہ دیا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہٗ کے پاس گئے اور ان سے حضرت عثمان کی شکایت کی ۔(یہ دونوں حضرات حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ کے پاس آئے) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہٗ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ سے کہا آپ نے اپنے بھائی کے سلام کا جواب کیوں نہیں دیا؟

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے کہا اللہ کی قسم! میں نے (ان کے سلام کو) سنا ہی نہیں ۔میں تو کسی گہری سوچ میں تھا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہٗ نے پوچھا آپ کیا سوچ رہے تھے؟

حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ نے کہا میں شیطان کے خلاف سوچ رہا تھا کہ وہ ایسے برے خیالات میرے دل میں ڈال رہا تھا کہ زمین پر جو کچھ ہے وہ سارا بھی مجھے مل جائے تو بھی ان برے خیالات کو زبان پر نہیں لاسکتا۔جب شیطان نے میرے دل میں یہ برے خیالات ڈالنے شروع کیے تو میں نے دل میں کہا اے کاش! میں حضور ﷺ سے پوچھ لیتا کہ ان شیطانی خیالات سے نجات کیسے ملے گی؟

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا میں نے حضور ﷺ سے اس کی شکایت کی تھی اور میں نے حضور ﷺ سے پوچھا تھا کہ شیطان جو برے خیالات ہمارے دلوں میں ڈالتا ہے ان سے ہمیں نجات کیسے ملے گی؟

حضور ﷺ نے فرمایا ان سے نجات تمہیں اس طرح ملے گی کہ تم وہ کلمہ کہہ لیا کرو جو میں نے موت کے وقت اپنے چچا کو پیش کیا تھا لیکن انہوں نے وہ کلمہ نہیں پڑھا تھا اور وہ کلمہ یہ ہے لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ (حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو (100) قصّے ۔ص:43)

۸۳۔قبول ضیافت کی اچھوتی وجہ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہٗ نے شادی کی اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ امیر المؤمنین تھے۔حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہٗ نے ان کو (شادی کے) کھانے پر بلایا۔جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ (کھانے کیلئے) تشریف لائے تو فرمایا میرا تو روزہ تھا لیکن میں نے چاہا کہ آپ کی دعوت قبول کرلوں اور آپ کیلئے برکت کی دعا کردوں (یعنی آنا ضروری ہے کھانا ضروری نہیں ہے۔

(حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو(100) قصّے۔ص:45)

۸۴۔بیت رسالت کی خدمت

ایک مرتبہ چار دن تک اہل بیت رسول اللہ ﷺ کو کھانا میسر نہ آیا۔حضور ﷺ گھر تشریف لائے اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا کھانے کے لیے کوئی چیز ہے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہاں سے ملتا؟ اللہ تعالیٰ آپ ہی کے ہاتھوں ہم کو مرحمت فرماتے ہیں۔

حضور ﷺ یہ سن کر خاموش ہو گئے،وضو فرمایا اور مسجد میں نفل پڑھنے لگے۔آپ تھوڑی تھوڑی دیر بعد (بعد از سلام) نماز کی جگہ تبدیل کرتے جاتے تھے۔

اتنے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ آگئے اور اجازت طلب کی،حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے چاہا عثمان رضی اللہ عنہٗ کو آنے کی اجازت نہ دوں پھر یہ خیال کرکے کہ یہ مالدار اصحابہ میں سے ہیں شاید اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے سے ہم تک نیکی پہنچانے کا قصد کیا ہو لہٰذا میں نے اجازت دے دی۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے مجھ سے حضور ﷺ کا حال دریافت کیا۔میں نے جواب دیا اے صاحبزادے! چار یوم سے اہل بیت رسالت نے کچھ نہیں کھایا۔(یہ سنتے ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ نے رو کر کہا کہ تف (کلمہ افسوس) ہے دنیا پر، پھر کہا اے ام المؤمنین آپ کو مناسب نہ تھا کہ آپ پر اسے حادثات گزریں اور آپ مجھ سے ذکر نہ کریں اور نہ عبد الرحمن بن عوف،نہ ثابت بن قیس جیسے مالداروں سے۔ذوالنورین یہ کہہ کر واپس لوٹے اور کئی اونٹ،آٹا،گیہوں،کھجوریں اور مسلم بکرا مع سو درہم کے لاکر پیش کیا پھر کہا یہ دیر سے تیار ہوگا میں پکا ہوا کھانا لاتا ہوں۔چنانچہ روٹیاں اور بھنا ہوا گوشت لائے اور کہا کھائیے اور حضور ﷺ کیلئے بھی رکھ دیجئے۔پھر ام المؤمنین کو قسم دی کہ آئندہ جب کبھی ایسا واقعہ پیش آئے تو مجھے ضرور مطلع کرنا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ کے چلے جانے کے بعد حضور ﷺ تشریف لائے اور دریافت فرمایا اے عائشہ میرے بعد تم کو کچھ ملا؟ تو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے گئے تھے اور آپ جانتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کی دعا کبھی رد نہیں کرتا۔

حضور ﷺ نے استفسار فرمایا کیا ملا؟

تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا آٹا،گیہوں،کھجوریں اونٹوں پر لدی ہوئی۔درہم کی تھیلی۔ایک عدد مسلم بکرا،روٹی اور بہت سا بھنا ہوا گوشت۔

آپ ﷺ نے فرمایا کس نے دیا؟

عرض کیا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے، اور وہ قسم دلا گئے ہیں کہ آئندہ جب ایسا موقع آئے تو مجھے اطلاع کرنا۔

نبی کریم ﷺ یہ سن کر بیٹھے نہیں بلکہ مسجد تشریف لے گئے اور ہاتھ اٹھا کر فرمایا اے اللہ میں عثمان سے راضی ہو گیا آپ بھی راضی ہو جائیں۔ (تاریخ ابن خلدون جلد اول۔ص:465) (حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سو(100) قصّے۔ص:49)

بحوالہ: حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سو(100) قصّے

مؤلف: مولانا خرم یوسف صاحب۔ناشر: بیت العلوم۔پرانی انارکلی۔لاہور۔ sirat-e-mustaqeem.com

۸۵۔اخلاق

غزوہ احد میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ مسلمانوں کے علمبردار ہوئے تو مشرکین کے علمبردار ابوسعد بن ابی طلحہ نے ان کو دیکھا اور اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا میدانِ جنگ کے بیچ میں پہنچا جہاں گردنیں اڑ رہی تھیں اور فخریہ انداز میں کہنے لگا کیا کوئی مرد میدان ہے؟ کسی نے جواب نہیں دیا، اس نے غرور وتکبر کے لہجہ میں پکارا کیا تم یہ نہیں کہتے کہ تمہارے مقتول جنت میں اور ہمارے مقتول دوزخ میں جائیں گے، کیا تم میں سے کوئی شخص یہ نہیں چاہتا کہ وہ میری تلوار کے ذریعہ جنت میں چلا جائے یا میں اس کی تلوار سے دوزخ میں چلا جاؤں؟

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے اس مشرک ابوسعد بن ابی طلحہ کی پکار کا جواب دیتے ہوئے کہا اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں اس وقت تک تجھ سے جدا نہیں ہوں گا جب تک کہ تو مجھے اپنی تلوار سے جنت میں نہ پہنچا دے یا میں تجھے اپنی تلوار سے جہنم رسید نہ کر دوں۔ دونوں میدان کارزار میں نکلے دونوں کا مقابلہ ہوا دونوں نے اپنے اپنے وار کیے مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تلوار کی ایک ضرب لگائی اور اس کی ٹانگ کاٹ دی اور وہ زمین پر گر پڑا اور برہنہ ہو گیا۔ پھر وہ ملتجی ہوا اے ابن عم! میں تجھے خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں اور تجھ سے رحم کی درخواست کرتا ہوں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس کو چھوڑ دیا، حضور اکرم ﷺ نے اللہ اکبر کہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے پوچھا بھلا آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو کیوں چھوڑ دیا، اس کا کام ہی تمام کر دیتے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو جواب دیا کہ میرے سامنے اس کا ستر کھل گیا تھا اور اس نے مجھ سے رحم کی اپیل بھی کی تھی۔

(حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سو(100) قصے۔ص:21)

۸۶۔بہادری

تلواروں اور نیزوں کی جھنکار میں ایک شہسوار و بہادر آدمی عمرو بن عبدود نے اپنے گھوڑے کی پشت سے چھلانگ لگائی، اسلحہ سے لیس اور ہتھیار بند ہو کر غرور وتکبر کے لہجہ میں اپنی تلوار کو ہلاتے ہوئے کہنے لگا ہے کوئی مرد میدان ہے، جو میرے مقابلہ پر آئے؟ کسی صحابی نے اس کی للکار کا جواب نہیں دیا، سب پر خاموشی طاری ہو رہی تھی، بھلا عمرو بن عبدود جیسے شہوار کے مقابلہ کے لیے کون میدان میں آنے کی جرأت کر سکتا تھا، وہ تو اپنے ایک وار سے دسیوں کا کام تمام کرنے والا تھا۔ کوئی نہ بولا، ایک نوجوان کی آواز نے اس خاموشی کو توڑا جو اپنے عنفوانِ شباب میں پہنچا ہوا تھا اور ایمان اس کی رگ و ریشہ میں سرایت کر چکا تھا، اور جس کا دل محبت نبوی ﷺ سے لبریز تھا، وہ علی بن ابی طالب

رضی اللہ عنہٗ تھے، انہوں نے عمرو بن عبدود کی للکار کا جواب دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہٗ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں اس کا مقابلہ کروں گا۔

نبی کریم ﷺ نے از راہ شفقت ان کی طرف دیکھا اور ان کی بھری جوانی کو دیکھتے ہوئے فرمایا بیٹھے جاؤ، جانتے ہو وہ عمرو ہے۔

آپ رضی اللہ عنہٗ بیٹھ گئے لیکن عمرو نے دوبارہ مقابلہ کی دعوت دیتے ہوئے کہا کوئی مرد میدان ہے جو میرے سامنے آئے؟ کہاں ہے تمہاری جنت؟ جس کے متعلق تمہارا گمان ہے کہ جو تم میں سے قتل ہوتا ہے وہ اس جنت میں جاتا ہے، کیا تم میرے مقابلہ میں کوئی آدمی نہیں بھیجو گے؟ کیا تم جنت کے خواہش مند نہیں ہو؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ دوبارہ اٹھے اور آنحضور ﷺ سے عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ﷺ! میں اس کے مقابلہ کے لیے نکلتا ہوں۔

نبی کریم ﷺ نے زجراً فرمایا بیٹھ جاؤ، جانتے ہو وہ عمرو ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیٹھ گئے۔ لیکن عمرو کا استہزاء بڑھتا گیا اور وہ اکیلا معرکہ کارزار میں اترانے لگا اور اپنی تیز تلوار کو لے کر دندنانے لگا اور یہ رجز پڑھنے لگا کہ

''پکار پکار کر میرا گلا بیٹھ گیا، ہے کوئی جو مقابلہ میں آئے، جب میں قرن المناجز مقام پر کھڑا ہوں اور ان کے بہادر بزدل ہو گئے، اور اسی لیے میں ہمیشہ عمدہ تلوار کی جانب لپکتا ہوں، شجاعت اور بہادری جوانمردوں میں ہوتی ہے اور جود وسخا اس کی بہترین خصلت ہے''۔

جب عمرو بن عبدود نے دلوں کو ہلا دینے والے کلمات کہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہٗ پر بجلی بن کر گرے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا، دوڑتے ہوئے بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں اس کے مقابلہ میں نکلتا ہوں، نبی کریم ﷺ نے (اس بار بھی) یہی فرمایا: بیٹھ جاؤ، جانتے ہو وہ عمرو ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے توکلاً علی اللہ کہا کہ خواہ وہ عمرو ہی ہو پھر یہ نوجوان، قدم جماتے ہوئے اٹھے اور گھوڑے پر سوار ہو کر عمرو بن عبدود کے قریب پہنچے اور یوں مترنم ہوئے:

''جلدی نہ کرو، تیری پکار کا جواب دینے والا تیرے سامنے آگیا ہے، وہ بے بس نہیں ہے، پوری نیت اور بصیرت کے ساتھ آیا ہے، سچائی ہی ہر کامیاب ہونے والے کو نجات دیتی ہے، جو نیزوں سے ایسی ضرب لگائے گا کہ سب یاد رکھیں گے''۔

پھر حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ عمرو کے گھوڑے کے پاس پہنچے اور عمرو کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں۔ عمرو نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا اور دہشت زدہ ہو کر پوچھا اے جوان! تو کون ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں علی بن ابی طالب ہوں۔

عمرو نے کہا اے بھتیجے! تمہارے بڑے کہاں ہیں جو عمر میں تجھ سے بڑے ہوں، میں تمہارا خون بہانا پسند نہیں کرتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے جواب دیا کہ اے عمرو! تو نے خدا سے یہ عہد کیا تھا کہ اگر کوئی قریشی آدمی تجھے دو اچھی باتوں میں سے کسی ایک کی دعوت دے گا تو تو اس کو قبول کرے گا۔

عمرو نے سر ہلاتے ہوئے کہا کہ ہاں، میں نے کہا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لہٰذا میں تجھے اللہ اور اس کے رسول ﷺ طرف دعوت دیتا ہوں اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔

عمرو نے ہنستے ہوئے کہا مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ پھر میں تجھے قتال کی دعوت دیتا ہوں۔

عمرو نے کہا اے بھتیجے! کیوں؟ لات کی قسم! میں تجھے قتل کرنا پسند نہیں کرتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا لیکن واللہ! میں تجھے قتل کرنا پسند کرتا ہوں۔

عمرو کو غصہ آ گیا، اس کی رگیں غصہ سے پھول گئیں اور دانت پینے لگا۔ اس نے اپنی ہیبت اور عزت کا انتقام لینے کا ارادہ کیا، چنانچہ اس نے نیام سے تلوار نکالی اور وہ آگ کے شعلہ کی طرح اس کے ہاتھ میں آئی اور اس قریشی نوجوان پر اپنا غیظ وغضب ڈھانے کے لیے آگے بڑھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی ڈھال سے اس کے وار کا بچاؤ کیا، عمرو نے اپنی تلوار کے وار سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ڈھال کو توڑ دیا اور تلوار اس میں پھنس گئی اس وار سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سر زخمی ہو گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فوراً اس کے کندھے پر تلوار ماری جس سے عمرو خون میں لت پت ہو کر گر پڑا ہر طرف سے آوازیں بلند ہو گئیں اللہ اکبر، اللہ اکبر، لافتی الا علی لافتی الا علی یعنی علی رضی اللہ عنہ ہی جوان مرد ہیں۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ظفریاب ہو کر واپس لوٹے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی زرہ کیوں نہیں اتار لی، اہل عرب کے پاس تو اس سے اعلیٰ کوئی زرہ نہیں ہے؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا مجھے حیا آئی کہ میں اپنے ابن عم کی زرہ اُتاروں۔

(حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سو (100) قصے۔ص:23)

۸۷۔ فقیر کی خدمت

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی مجلس میں ایک ضعیف البدن آدمی آیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے آ کر بیٹھ گیا، اور عرض کیا یا امیر المؤمنین! میں ضرورت مند ہوں، میں نے اپنی حاجت آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کرنے سے پہلے بارگاہ الٰہی میں بھی پیش کی ہے۔ اگر آپ رضی اللہ عنہ میری حاجت روائی کریں گے تو میں اللہ تعالیٰ کی تعریف اور آپ رضی اللہ عنہ کا شکریہ ادا کروں گا اور اگر آپ نے میری حاجت پوری نہ کی تو میں اللہ کی تو تعریف کروں گا اور آپ کا عذر قبول کروں گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ بات زمین پر لکھو، کیونکہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میں تیرے چہرے پر سوال کی ذلت دیکھوں۔ اس آدمی نے زمین پر لکھ دیا کہ میں حاجت مند ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک جوڑا کپڑوں کا پیش کیا جائے، جوڑا لایا گیا آپ رضی اللہ عنہ نے وہ جوڑا اس آدمی کو پہنا دیا۔

پھر اس آدمی نے یہ اشعار کہے:

’’آپ رضی اللہ عنہٗ نے مجھے کپڑوں کا ایسا جوڑا پہنایا جس کی خوبیاں پرانی ہو جائیں گی لیکن میں آپ کو حسن تعریف کے جوڑے پہناؤں گا، اگر آپ کو میری حسن تعریف حاصل ہوئی تو آپ نے عزت کی چیز کو حاصل کیا اور جو کچھ میں نے کہا ہے آپ اس کا بدل نہیں ڈھونڈیں گے۔کسی کی تعریف، اس ممدوح کے ذکر کو زندہ رکھتی ہے جیسے شیر کی آواز میدانوں میں اور پہاڑوں میں زندہ رہتی ہے، تو کبھی بھی خیر کے کام سے بے رغبت نہ ہو جس کی تجھے توفیق ملے، کیونکہ ہر بندے کو اس کے عمل کا بدلہ ملنے والا ہے۔‘‘

جب حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے اس کے اشعار سنے تو فرمایا اشرفیاں لاؤ، چنانچہ سو دینار لائے گئے، آپ نے اس فقیر کو دے دیئے۔

اصبغ نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ نے اس کو حلہ (جوڑا) اور سو دینار دے دیئے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا ہاں میں نے رسول کریم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا لوگوں کو ان کے درجات پر اتارو، میرے نزدیک اس آدمی کا یہی مرتبہ تھا۔ (حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو (100) قصے۔ ص:26)

۸۸۔مال و دولت

ابن التّیاح دوڑتا ہوا بارگاہِ خلافت میں حاضر ہوا، اس نے دیکھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور اکرم ﷺ سیرت طیبہ کے ذکر سے اہل مجلس کو معطر کیے ہوئے ہیں۔ابن التیاح نے عرض کیا اے امیر المؤمنین! بیت المال زرد اور سفید مال سے بھر گیا ہے۔(یعنی سونے اور چاندی سے) حضرت علی رضی اللہ عنہٗ فوراً اٹھے اور ابن التیاح کا سہارا لیے بیت المال پہنچے۔یہاں پہنچ کر آپ رضی اللہ عنہٗ نے سونے چاندی کو الٹ پلٹ کرتے ہوئے فرمایا اے زرد مال! اے سفید مال! میرے علاوہ کسی اور کو دھوکہ دے۔اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہٗ نے وہ مال مسلمانوں میں تقسیم کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ بیت المال میں ایک درہم یا ایک دینار بھی باقی نہ رہا۔پھر آپ رضی اللہ عنہٗ نے اس جگہ کو صاف کرنے اور پانی چھڑکنے کا حکم دیا اور پھر وہاں دو رکعتیں نماز ادا کیں۔ (حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سو (100) قصے۔ ص:27)

۸۹۔سب سے بڑا بہادر

ایک دن حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کوفہ میں تھے۔منبر پر تشریف لائے اور لوگوں کو خاموش کرانے لگے تا کہ سابقین اولین کے حالات سے لوگوں کو آگاہ کر سکیں، آپ رضی اللہ عنہٗ مخاطب ہوئے، لوگو! مجھے بتاؤ سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟

لوگوں نے کہا امیر المؤمنین! آپ ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ میں نے کسی سے مبارزت طلب نہیں کی مگر اس سے پورا انتقام لیا، لیکن تم مجھے یہ بتاؤ کہ لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر شخص کون ہے؟

لوگوں نے کہا ہمیں نہیں معلوم، امیر المؤمنین! آپ ہی بتا دیں کہ کون ہو سکتا ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ سب سے بہادر آدمی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ ہیں، اس لیے کہ بدر کے دن ہم نے رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک عریش بنایا تو ہم نے کہا کہ اب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کون رہے گا تا کہ مشرکین آپ ﷺ کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں تو خدا کی قسم! ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کے سوا اور کوئی آنحضور ﷺ کے قریب نہیں ہوا، ابوبکر رضی اللہ عنہٗ رسول اللہ ﷺ کے سر پر کھڑے تھے

اور تلوار سونتی ہوئی تھی، دشمن کی طرف سے جو بھی قریب آتا آپ رضی اللہ عنہٗ فوراً اپنی تلوار سے اس پر وار کرتے، پس ابو بکر رضی اللہ عنہٗ ہی سب سے بہادر آدمی ہیں۔ (حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کے سو(100) قصے ص:29)

۹۰۔اگر علیؓ نہ ہوتے

ایک عورت آنسو بہاتے ہوئے امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اس کا حال یہ تھا کہ کپڑے میلے کچیلے تھے، ننگے پاؤں تھی، پیشانی اور رخساروں سے خون بہہ رہا تھا اور اس عورت کے پیچھے ایک طویل القامت آدمی کھڑا تھا، اس آدمی نے زوردار آواز میں کہا اے زانیہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا مسئلہ کیا ہے؟

اس آدمی نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! اس عورت کو سنگسار کریں، میں نے اس سے شادی کی تھی اور اس نے چھ مہینہ میں ہی بچہ جنم دیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے اس عورت کو سنگسار کرنے کا حکم دے دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کے برابر بیٹھے تھے کہا اے امیر المؤمنین! یہ عورت زنا سے بری ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ وہ کیسے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ۝ (الاحقاف:15)

اور حمل میں رہنا اُس کا اور دودھ چھڑانا تیس مہینے میں ہے۔

اور دوسری جگہ فرمایا ہے:

وَفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ ۝ (لقمان:14)

اور دودھ چھڑانا ہے اُس کا دو برس میں۔

تو جب ہم اس سے رضاعت کی مدت نکالیں گے جو کہ تیس مہینوں میں سے چوبیس مہینے ہیں تو چھ ماہ ہی باقی رہ جائیں گے، لہٰذا ایک عورت چھ ماہ میں بچہ جن سکتی ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کا چہرہ دمک اٹھا اور فرمایا اگر آج علی رضی اللہ عنہٗ نہ ہوتے تو عمر رضی اللہ عنہٗ ہلاک ہو جاتا۔ (حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کے سو(100) قصے ص:30)

۹۱۔حبیب کا ہدیہ

امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ پرانے و بوسیدہ کپڑے پہنے شکستہ وخستہ حال بیٹھے ذکر و تسبیح میں مشغول تھے کہ ابو مریم (ایک غلام) حاضر خدمت ہوئے اور متواضعانہ انداز میں دو زانو بیٹھ کر عارض ہوئے یا امیر المؤمنین! میں آپ رضی اللہ عنہٗ کے پاس اپنی ایک درخواست لے کر آیا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے دریافت فرمایا کہ اے ابو مریم! تمہاری کیا درخواست ہے؟

ابو مریم نے کہا کہ میری درخواست یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہٗ اپنے جسم سے یہ چادر اتار دیں یہ بہت پرانی اور بوسیدہ ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے چادر کا کونہ اپنی آنکھوں پر رکھا اور زار و قطار رونے لگے۔ ابو مریم نے شرمسار ہو کر کہا اے امیر المؤمنین! اگر مجھے پتہ ہوتا کہ آپ رضی اللہ عنہٗ کو میری اس بات سے تکلیف ہوگی تو میں آپ رضی اللہ عنہٗ کو چادر اتارنے کا کبھی نہ کہتا۔ جب امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کے آنسو ذرا تھمے تو آنسو پونچھتے ہوئے فرمایا اے ابو مریم! اس چادر سے میری محبت روز بروز بڑھتی جاتی ہے، کیونکہ یہ چادر مجھے میرے خلیل اور میرے حبیب نے ہدیہ کے طور پر دی تھی۔

ابو مریم نے بنظر استعجاب پوچھا اے امیر المؤمنین! آپ رضی اللہ عنہٗ کے خلیل کون ہیں؟

حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا میرے خلیل حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہٗ ہیں، بلاشبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ اللہ کے ساتھ مخلص تھے، اللہ تعالی نے بھی ان کے ساتھ بھلائی کی۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ دوبارہ رونے لگے حتی کہ آپ رضی اللہ عنہٗ کے سینہ مبارک سے گونج دار آواز آنے لگی۔ (حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کے سو (100) قصے۔ص:32)

۹۲۔مہر

ایک عورت دوڑتی ہوئی آئی اور گھر میں داخل ہونے کے بعد ابن عم رسول ﷺ، حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے پاس حاضر ہوئی اور کہنے لگی کیا آپ کو پتہ چلا ہے کہ رسول کریم ﷺ کی طرف سے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا پیغام نکاح دیا گیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے متأسف (افسوس کرنا) ہو کر کہا کہ مجھے تو اس بات کا علم نہیں ہے۔

اس عورت نے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہٗ رسول اللہ ﷺ کے پاس کیوں نہیں چلے جاتے، حضور ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی آپ رضی اللہ عنہٗ سے کر دیں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے کہا کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے، میں کس طرح شادی کروں گا؟

اس عورت نے کہا کہ اگر آپ رضی اللہ عنہٗ آنحضور ﷺ کی خدمت میں جائیں گے تو حضور ﷺ ان کی شادی آپ رضی اللہ عنہٗ سے کر دیں گے جبکہ آپ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ مانگیں گے۔ وہ عورت حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کو اصرار کرتی رہی یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے، جب آنحضور ﷺ کے سامنے بیٹھے تو رسول اللہ ﷺ کے رعب و جلال کی بناء پر خاموش رہے اور کوئی بات نہ کر سکے۔ نبی مکرم ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا اے علی کیسے آئے ہو؟ کیا کوئی کام ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نہ بولے اور حیا و شرم کے مارے چپ رہے۔

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ لگتا ہے تم فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے پیام نکاح دینے آئے ہو؟

حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے عرض کیا کہ جی ہاں۔

نبی کریم ﷺ نے پوچھا تمہارے پاس اس کو حلال کرنے کے لیے کچھ ہے؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کی کہ بخدا! کچھ نہیں ہے، یا رسول اللہ! ﷺ۔

حضور پرنور ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اس زرہ کا کیا کیا جو میں نے تمھیں ہتھیار کے طور پر دی تھی؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا کہ وہ تو میرے پاس ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ زرہ حُطمی ہے جس کی قیمت چار سو درہم ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے خوش ہو کر فرمایا میں نے تیری شادی اس سے کر دی، پس تم اس کو میری طرف بھیجو۔

(حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کے سو (100) قصے ۔ص:32)

۹۳۔ صدقہ

امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کو چشمہ والی زمین عطیہ میں دی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے قریب قطعہ اراضی خرید کیا پھر پانی کے لیے اس جگہ کنواں کھودنے کا حکم دیا، دریں اثناء کہ لوگ کھدائی کر رہے تھے کہ زمین کے اندر سے پانی کا میٹھا ٹھنڈا چشمہ پھوٹ پڑا۔ لوگ دوڑتے ہوئے آئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خوشخبری سنائیں، جب خبر دی گئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے متواضعانہ انداز میں اپنا سر جھکا لیا اور فرمانے لگے یہ تو وارث کے لیے ہی خوشی کی بات ہے۔ پھر اپنی آواز کو بلند کرتے ہوئے فرمایا لوگو! میں اللہ کو گواہ بناتا ہوا پھر تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے پانی کا یہ چشمہ اور زمین، فقراء و مساکین پر صدقہ کر دی، جو اللہ کی راہ میں دور اور قریب کے مسافروں کے لیے امن و صلح دونوں حالتوں میں وقف ہے، اس دن کے لیے جس دن کچھ چہرے تو سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے، تاکہ اللہ تعالیٰ اس (صدقہ) کے ذریعہ مجھے دوزخ سے بچالے اور دوزخ کی آگ کو مجھ سے دور ہٹا دے۔

(حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کے سو (100) قصے ۔ص:37)

۹۴۔ عدالت مرتضوی

دو شخص تھے، ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں، دونوں کھانا کھانے کے لیے ایک جگہ بیٹھے تھے کہ اتنے میں ایک تیسرا آدمی بھی آ گیا، اس نے سلام کیا، انہوں نے اس کو بھی بیٹھنے کا کہا، چنانچہ وہ بھی کھانے میں شریک ہوا، جب آٹھ روٹیاں کھا کر سب فارغ ہو گئے تو اس آدمی نے آٹھ درہم اپنے حصے کی روٹیوں کی قیمت دے دی اور آگے بڑھ گیا۔ جس شخص کی پانچ روٹیاں تھیں اس نے سیدھا حساب یہ کیا کہ اپنی پانچ روٹیوں کی قیمت پانچ درہم لی اور دوسرے کو ان کی تین روٹیوں کی قیمت تین درہم دینے چاہے مگر وہ اس پر راضی نہ ہوا اور نصف کا مطالبہ کیا۔ یہ معاملہ عدالت مرتضوی میں پیش ہوا، دونوں نے اپنا قضیہ پیش کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوسرے کو نصیحت فرمائی کہ تمہارا رفیق جو فیصلہ کر رہا ہے اس کو قبول کر لو اس میں زیادہ تمہارا نفع ہے لیکن اس نے کہا کہ حق کے ساتھ جو فیصلہ ہو وہ مجھے منظور ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا حق تو یہ ہے کہ تم کو صرف ایک درہم اور تمہارے رفیق کو سات درہم ملنے چاہییں۔ اس عجیب فیصلہ سے وہ متحیر ہو گیا، کہنے لگا کہ مجھے ذرا وضاحت سے سمجھائیے تاکہ میں اس فیصلہ کو قبول کروں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ تم تین آدمی تھے، تمہاری تین روٹیاں تھیں اور تمہارے رفیق کی پانچ، تم دونوں نے برابر کھائیں اور ایک تیسرے کو بھی برابر حصہ دیا۔ تمہاری تین روٹیوں کے حصے تین جگہ کیے تو نو ٹکڑے ہوئے، تم اپنے نو ٹکڑوں اور اس کے پندرہ ٹکڑوں

کو جمع کرو تو ۲۴ ٹکڑے ہوتے ہیں، تینوں میں سے ہر ایک نے برابر ٹکڑے کھائے تو فی کس آٹھ ٹکڑے ہوتے ہیں، تم نے اپنے نو میں سے آٹھ خود کھائے اور ایک تیسرے مسافر کو دیا اور تمہارے رفیق نے اپنے پندرہ ٹکڑوں میں سے آٹھ خود کھائے اور سات تیسرے کو دیئے، اس لیے آٹھ درہم میں سے ایک درہم کے تم مستحق ہو اور سات کا تمہارا رفیق مستحق ہے۔ (یہ تفصیل سن کر) وہ آدمی مسکرایا اور کہنے لگا اب میں سمجھ گیا، اور خوش ہوگیا۔ (حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کے سو (100) قصے ۔ص:38)

۹۵۔ نیکی کا اجر

ایک فقیر نے جو فقر و ذلت کا مارا ہوا تھا بارگاہ مرتضوی رضی اللہ عنہٗ میں حاضر ہو کر دست سوال دراز کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہٗ سے فرمایا کہ اپنی اماں کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ ابا جان نے آپ رضی اللہ عنہا کو جو چھ درہم دیئے تھے ان میں سے ایک درہم دے دو۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہٗ گئے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد واپس آگئے اور کہنے لگے وہ کہتی ہیں کہ انہوں نے یہ چھ درہم آٹے کے لیے رکھ چھوڑے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کسی بندے کا ایمان اس وقت تک صادق نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنی چیز کی بہ نسبت اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں پر زیادہ بھروسہ نہیں کرتا جو اس کے پاس ہیں۔ پھر فرمایا ان سے جا کر کہو کہ چھ کے چھ درہم بھیج دو۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے چھ کے چھ درہم بھیج دیئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے وہ چھ کے چھ درہم اس سائل کو دے دیئے۔ ابھی حضرت علی رضی اللہ عنہٗ اپنی مجلس سے اٹھے نہیں تھے کہ ایک آدمی آیا جس کے پاس اونٹ تھا، وہ اس کو بیچنا چاہتا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے پوچھا بھائی! یہ اونٹ کتنے کا ہے؟

اس آدمی نے کہا کہ ایک سو چالیس درہم کا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ اس کو یہیں باندھ دو، میں تجھے اس کی قیمت بعد میں دے دوں گا، اس آدمی نے ایسا ہی کیا، اونٹ باندھا اور جہاں سے آیا تھا چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک اور آدمی آیا، اس نے پوچھا یہ اونٹ کس کا ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ میرا ہے۔

اس نے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہٗ اس کو بیچیں گے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہُ نے فرمایا کہ ہاں۔

اس آدمی نے پوچھا آپ رضی اللہ عنہٗ یہ اونٹ کتنے کا بیچیں گے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دو سو درہم کا۔

اس آدمی نے کہا کہ ٹھیک ہے، میں نے یہ اونٹ خرید لیا۔ اس نے اونٹ پکڑا اور دو سو درہم حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کو دے دیئے۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے ایک سو چالیس درہم اس آدمی کو دے دیئے جس سے اونٹ خریدا تھا اور باقی ساٹھ درہم لے کر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ وہی ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کی زبان سے یہ وعدہ کیا ہے کہ:

﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا﴾ (الانعام:120)

جو ایک نیکی لائے گا اس کو دس گنا ملے گا۔ (حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سو (100) قصے ص:42)

۹۶۔ اپنے اکرام کا اندیشہ

ایک دن حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ بازار کی طرف نکلے، آپ اپنے لیے نیا کپڑا خریدنا چاہتے تھے، جب کپڑے کی دکان پر پہنچے تو کپڑا بیچنے والے سے کہا کہ مجھے تین درہم کا کوئی کپڑا دکھاؤ۔ دکاندار نے امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو پہچان لیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے اکرام کا اندیشہ ہوا کیونکہ وہ امیر و حکمران تھے اس لیے اس سے کپڑا نہیں خریدا اور دوسرے دکاندار کے پاس چلے گئے، جب اس نے بھی آپ کو پہچان لیا تو اس سے بھی نہیں خریدا، اس طرح ہوتے ہوئے آپ ایک چھوٹے لڑکے کے پاس پہنچے اور اس سے ایک کرتہ تین درہم کا خریدا۔ اس کو زیب تن فرمایا تو وہ گٹوں سے ٹخنوں تک تھا۔ جب دکان دار آیا تو کسی نے اس سے کہا کہ تیرے بیٹے نے امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کو تین درہم میں کپڑا فروخت کیا، بھلا امیر المؤمنین سے دو درہم ہی لے لیے جاتے؟ دکاندار نے ایک درہم لیا اور حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے پاس گیا اور عرض کیا یا امیر المؤمنین! یہ اپنا درہم لے لیجیے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے متحیر ہو کر فرمایا کہ یہ درہم میرا تو نہیں ہے۔

اس آدمی نے کہا امیر المؤمنین! جو کرتہ آپ نے خریدا ہے اس کی قیمت دو درہم تھی لیکن میرے بیٹے نے غلطی سے تین درہم کا بیچ دیا۔

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ مسکرائے اور فرمایا آپ کے بیٹے نے یہ کرتہ میری رضامندی سے مجھے بیچا ہے اور میں نے بھی اس کی رضامندی سے کپڑا خریدا ہے۔ (یہ سن کر) اس آدمی نے اپنا درہم لیا اور واپس اپنی دکان پر چلا گیا۔

(حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سو (100) قصے ص:43)

۹۷۔ فقیہ کے اوصاف

حضرت علی رضی اللہ عنہ محراب کے پاس بیٹھے تھے، آپ کی زبان سے کلمات تشکر و تضرع جاری تھے، لوگ آپ کے ارد گرد حلقہ بنائے آپ رضی اللہ عنہ سے علمی استفادہ کر رہے تھے کہ ایک آدمی نے عرض کیا یا امیر المؤمنین! آپ رضی اللہ عنہ ہمیں فقیہ (عالم) کے اوصاف سے آگاہ کیجیے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ دوزانو ہو کر بیٹھے اور فرمایا کہ کیا میں تم کو حقیقی فقیہ سے آگاہ کر دوں؟

1۔ حقیقی فقیہ وہ ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے ناامید نہ کرے۔

2۔ ان کو ان امور کی اجازت نہ دے جو خدا تعالیٰ کی نافرمانی کا ذریعہ بنتے ہیں۔

3 اور ان کو اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف نہ کرے۔

4۔ اور قرآن کو بے رغبتی ظاہر کرتے ہوئے نہ چھوڑے۔

5۔ایسی عبادت میں کوئی بھلائی نہیں جس میں فقاہت نہ ہو۔

6۔اور اس فقہ میں کوئی بھلائی نہیں جس پر پرہیزگاری نہ ہو۔

7۔اور اس تلاوت میں کوئی خیر و بھلائی نہیں جس میں تدبر نہ ہوا۔(حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کے سو(100) قصے۔ص:53)

۹۸۔مسلمانوں کا تقدس

بیت اللہ شریف کے پاس لوگوں کی خاشعانہ اور متضرعانہ آوازیں بلند ہو رہی تھیں کہ ایک نوجوان جس کا شباب عروج پر تھا،لوگوں کو دھکے دیتے ہوئے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انتہائی مکر و خباثت سے کہنے لگا اے امیر المؤمنین! علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہٗ سے میرا حق مجھے دلوائیے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ انھوں نے کیا جرم کیا ہے؟

اس آدمی نے آنسو بہاتے ہوئے کہا کہ انہوں نے میری آنکھ پر طمانچہ مارا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ ابھی کھڑے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کا گزر ہوا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے ان سے پوچھا آپ رضی اللہ عنہٗ نے اس کی آنکھ پر طمانچہ مارا ہے اے ابوالحسن؟

حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ جی ہاں امیر المؤمنین۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے پوچھا کہ کیوں؟

حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ میں نے اس کو دیکھا کہ یہ طواف کعبہ کے دوران مسلمانوں کے تقدس و عظمت کو پامال کر رہا تھا، اس لیے میں نے اس کو طمانچہ مارا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا اے ابوالحسن! تم نے اچھا کیا۔(حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کے سو(100) قصے۔ص:55)

۹۹۔حکمت

ملک یمن میں چار اشخاص ایک کنوئیں میں گر گئے جو انہوں نے شیر پھنسانے کے لیے کھودا تھا۔اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ شیر تو اس کنوئیں میں گر گیا لیکن ان میں سے ایک کا پیر پھسلا اور اس کنوئیں میں گرا اس نے اپنی جان بچانے کے لیے بدحواسی میں دوسرے کی کمر پکڑ لی وہ بھی سنبھل نہ سکا اور گرتے گرتے اس نے تیسرے کی کمر تھام لی، تیسرے نے چوتھے کو پکڑ لیا،غرض چاروں اس میں گر پڑے اور شیر نے ان چاروں کو مار ڈالا۔ان مقتولین کے ورثاء باہم آمادہ جنگ ہوئے۔حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے ان کو ہنگامہ و فساد سے روکا اور فرمایا کہ میں فیصلہ کرتا ہوں اگر وہ پسند نہ ہو تو دربارِ رسالت میں جا کر تم اپنا مقدمہ پیش کر سکتے ہو،لوگوں نے رضامندی ظاہر کی۔آپ رضی اللہ عنہٗ نے یہ فیصلہ کیا کہ جن لوگوں نے یہ کنواں کھودا ہے ان کے قبیلوں سے ان مقتولین کے خون بہا کی رقم اس طرح وصول کی جائے کہ ایک پوری ایک ایک تہائی ایک ایک چوتھائی اور ایک آدھی۔پہلے مقتولین کے ورثاء کو ایک چوتھائی خون بہا،دوسرے کو تہائی،تیسرے کو نصف اور چوتھے کو پورا خون بہا دلایا،اس لیے کہ پہلے نے اپنے اوپر والے کو ہلاک کیا،دوسرے نے اپنے اوپر والے کو اور تیسرے نے بھی اپنے اوپر

والے کو ہلاک کیا، غرضیکہ سب نے اپنے اور پروالے کو ہلاکت میں ڈالا ۔لوگ اس فیصلہ سے راضی نہ ہوئے اور حجۃ الوداع کے موقع پر حاضر ہو کر اس فیصلہ عدالت نبوی ﷺ میں پیش کیا، آنحضرت ﷺ نے اس فیصلہ کو برقرار رکھا اور فرمایا خدا کا شکر ہے جس نے ہم اہل بیت میں حکمت کو رکھا ہے۔ (حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کے سو(100) قصے۔ص:56)

۱۰۰۔اقتداء

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے علم وتقویٰ کی دولت حاصل کرنے کے لیے بہت سی جماعتیں حاضر ہوئیں،ان میں ایک باوجاہت شخص بھی موجود تھا جس نے سر پر سفید عمامہ باندھا ہوا تھا،اس نے سوال کیا اے امیر المؤمنین! ہم آپ رضی اللہ عنہ کو خطبہ میں یہ کہتے ہوئے سنتے ہیں کہ اے اللہ! ہماری بھی اسی طرح اصلاح فرما جس طرح آپ نے خلفائے راشدین کی اصلاح فرمائی، ذرا بتائیے وہ کون تھے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں ارشاد فرمایا وہ دونوں میرے حبیب، ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم ہیں، جو ہدایت کے امام اور اسلام کے شیخ ہیں، رسول اللہ ﷺ کے بعد ان کی اقتداء کی جاتی ہے۔جو شخص ان کی اقتداء کرے گا محفوظ رہے گا اور جو ان کے نقش پا کی پیروی کرے گا اسے صراط مستقیم کی ہدایت حاصل ہوگی اور جو شخص ان کو مضبوطی سے تھام لے وہ اللہ کے گروہ میں سے ہے۔

(حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کے سو(100) قصے۔ص:62)

بحوالہ: حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کے سو(100) قصے۔

مؤلف: شیخ محمد صدیق منشاوی ۔مترجم مولانا خالد محمود صاحب ۔ناشر: بیت العلوم ۔پرانی انار کلی۔لاہور۔ bookbazars.com